فیض المعانی

لحل أسئلة

مختصر المعانی

پسند فرمودہ

مولانا انتخاب عالم قاسمی

مہتمم جامعہ رشید[illegible] اعظم گڑھ، یوپی

مؤلف

مولوی عبداللہ اعظمی بم[illegible]

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

فیض المعانی

لحل أسئلة

مختصر المعانی

پسند فرمودہ

مولانا انتخاب عالم قاسمی

مہتمم جامعہ رشیدی بمہورا، اعظم گڑھ، یوپی

مؤلف

مولوی عبداللہ اعظمی بمہوری

ناشر

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

Maktaba Sautul Quran Deoband

9358911053, Ph. 01336-223460

website: www.deobandtoday.com/sautul-quran

E-mail: faizulhasanazmi@gmail.com

Website: NewMadarsa.blogspot.com

Telegram channel : New Madarsa

انتساب

(۱) مشفق والدین اور جد بزرگوار کے نام کہ جن کی مشفقانہ تربیت اور سحر گاہی دعاؤں نے کسی لائق بنایا۔

(۲) مشفق و مربی بھائیوں و دیگر احباب کے نام جن کی دعاؤں کے طفیل بندہ کسی لائق بنا۔

اور مربیٔ اعلیٰ حضرت الاستاذ مولانا مفتی محمد راشد صاحب اعظمی دامت برکاتہم (استاذ فقہ و تفسیر دارالعلوم دیوبند) کے نام جن کی قیمتی نصیحتوں نے میرے دل میں کامیابی اور علمی آراستگی کا محبوب تصور پیدا کیا۔

(۳) محسن و مکرم، منبع اخلاق و شیم حضرت مولانا انتخاب عالم صاحب اعظمی (استاذ تفسیر و مہتمم مدرسہ جامعہ رشیدیہ بمہور اعظم گڑھ) کے نام۔

مولوی عبداللہ اعظمی بمہوری فاضل دارالعلوم وقف دیوبند

(معین و مدرس و ناظم نشر و اشاعت دارالعلوم اشرفیہ دیوبند)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

عرضِ مرتب

حمد وثنا اس ذات کے لئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو عدم سے وجود بخشا اور درود وسلام اس کے آخری پیغمبر ﷺ پر جنھوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا۔

مختصر المعانی فنِ بلاغت میں وہ اہم کتاب ہے جس کے بغیر درسِ نظامی نامکمل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے بغیر استعداد کامل نہیں ہوتی۔

صاحبِ علم وفضل اجلّۂ علماء وفضلاء نے نہایت عرق ریزی وجانفشانی کے ساتھ مفصل ومدلّل شرح تکمیل الامانی تیار فرمائے جس کی وجہ سے مختصر المعانی کے ذریعے افادہ و استفادہ کا سلسلہ نہایت آسان ہوگیا۔

احقر نے بھی ''بعون اللہ وتوفیقہ'' تسہیل وآسانی کی غرض سے ایک مختصر رسالہ مسمّٰی بہ ''افادۃ المعانی لحل سوالات المختصر المعانی'' سوالات و جوابات کے آئینے میں احباب و متعلقین کی دل جوئی اور طالبانِ علومِ نبوت کے نفع وفائدے کے پیش نظر مختلف کتابوں سے منتشت اور بکھرے ہوئے اہم اہم مضامین کو یکجا کر کے کتابی شکل میں مرتب کیا ہے۔

اِس کتاب کی تصنیف کی غرض یہ ہے کہ ایک ایسا مختصر رسالہ اور جامع ذخیرہ منظر عام پر آجائے جس سے متوقع سوالات کے جوابات کم اوقات میں بخوبی حل ہوجائیں اور طلبائے کرام کے لئے مختصر المعانی سے استفادہ کرنا سہل ترین اور آسان ہوجائے۔

قارئین حضرات سے درخواست ہے کہ احقر العباد کے ساتھ ساتھ ان مخلص حضرات کو بھی دعائے خیر میں یاد رکھیں اور پروردگارِ عالم جو سیّئات کو حسنات میں تبدیل کردیتا ہے احقر کی اس حقیر کوشش کو صدقۂ جاریہ کے طور پر قبولیتِ عامہ سے نوازے۔

اللّٰھم اغفر لی ولوالدی ولاساتذتی ولکاتبہ آمین یارب العالمین.

والسلام

احقر العباد مولوی عبداللہ اعظمی بھوری

فاضل دار العلوم وقف دیوبند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تقریظ

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

مختصر المعانی درسِ نظامی کی اہم ترین کتابوں میں ہے۔ قرآن و حدیث اور عربی زبان کی فصاحت وبلاغت کا سمجھنا اس کتاب کے سمجھنے پر موقوف ہے۔

چونکہ یہ فن پیچیدہ اور دقیق ہے۔ اکثر طلبۂ عزیز کے لیے مختصر المعانی کا سمجھنا بہت دُشوار ہوتا ہے۔ اس کی جو شرحیں ہیں وہ بہت بڑی طویل اور مفصّل ہیں۔ ان کی وادی کو طے کرنے کے لیے عمر طویل درکار ہے۔

اس لیے جناب مولوی عبداللہ بھوری اعظمی سلمہٗ نے بہت اختصار کے ساتھ سوال و جواب کے پیرایے میں اس کتاب کو حل کرنے کی کوشش فرمائی ہے، جو کتاب کے مضامین ذہن نشین کرنے کا آسان طریقہ ہے۔

اللہ تعالیٰ موصوف کی اِس محنت کو قبول فرما کر اس کتاب کو افادۂ عام کا ذریعہ بنائے۔ آمین

حضرت الاستاذ مفتی محمد راشد اعظمی

استاذ فقہ وتفسیر دارالعلوم دیوبند

❁❁❁

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(تقریظ بلیغ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

بڑی خوشی ہوئی کہ مختصر المعانی کے امتحانی سوالات کے عمدہ اور مختصر حل کا مجموعہ جو حافظ عبداللہ بن حاجی عالمگیر قاسمی اعظمی سلمہٗ نے ترتیب دیا ہے، ماشاء اللہ درسِ نظامیہ ششم عربی میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ چاہنے والے طلبۂ کرام کے لیے بہت مفید ثابت ہورہا ہے۔ طلبۂ کرام اس سے استفادہ حاصل کررہے ہیں اور بسہولت مختصر کے امتحان میں اعلیٰ کامیابی حاصل کرنے اور اپنا اوسط اچھا بنارہے ہیں، بندۂ ناچیز نے اس کے بعض حصوں کو دیکھا ہے، واقعتاً امتحانی سوالات کے حل کا بہترین تحفہ ہے، کیونکہ اس کی اُردو شستہ وسلیس اور عام فہم ہے، اب خوش نصیب اور سمجھدار طلبہ جلدی کریں اور خوب فائدہ اُٹھائیں۔

مولانا مختار احمد اعظمی

استاذ فقہ وتفسیر مدرسہ جامعہ حسینیہ لال دروازہ جون پور

❁❁❁

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تقریظ

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم!

مختصر المعانی درسِ نظامی کی اہم ترین کتابوں میں سے ہے۔

مشکل عبارتوں کی وجہ سے طلبائے عزیز کو حلِ مطالب میں دِقّت پیش آتی ہے۔اس کی عمدہ شروحات بھی موجود ہیں،لیکن طویل اور مفصل ہونے کی وجہ سے ان سے استفادہ دشوار ہوتا ہے۔

عزیزم مولوی عبداللہ اعظمی نے اس کے مشکل اور حل طلب مقامات کو مختصر عبارت میں حل کرنے کی سعی کی ہے۔

ماشاء اللہ موصوف اپنی کوشش میں کامیاب ہیں۔ میں نے مختلف مقامات سے کتاب کو دیکھا ہے مجھے اس کے مباحث قابلِ اطمینان محسوس ہوئے،میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی اس علمی کاوش کو قبول اور مفید بنائیں۔آمین

حضرت مولانا مفتی سالم اشرف صاحب

(مہتمم ومدرس فقہ وتفسیر دار العلوم اشرفیہ دار العلوم دیوبند)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تقریظ

حمداللہ وشکراًلہ!

امابعد: عزیزی برادر جناب مولوی عبداللہ اعظمی، جنھوں نے گزشتہ سال دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی ہے۔

مادرِعلمی کے احاطے میں رہ کر مختصرالمعانی پر کام کیا ہے، جنھوں نے مختصرالمعانی کا نوٹ تحریر کرکے بڑی جانفشانی کے ساتھ مشکل ترین سوالات کا انتخاب کرکے ان کے جوابات مکمل تشریح کے ساتھ ''افادۃ المعانی لحل سوالات المختصرالمعانی'' کی صورت میں نہایت اچھے انداز میں مرتب کرکے جمع کیا ہے۔ انشاءاللہ یہ رسالہ طلبہ کے لئے خصوصاً امتحانات کے موقع پر امتحانی تیاریوں میں معین ومددگار ہوگی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس کتاب کو قبولِ عام عطاء فرمائے اور مؤلف سلمہٗ کو مزید علمی کام کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین یارب العالمین

والسلام

محمد ناظم قاسمی اعظمی

مہراج پور اعظم گڑھ

❁❁❁

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصنف کے احوال

آپ کا نام مسعود، لقب سعد الدین ہے، والد کا نام عمر، اور دادا کا نام عبداللہ ہے، علامہ موصوف بڑے ذہین وفطین اور علوم کی گہرائی وگیرائی میں مہارتِ تامہ رکھتے ہیں یہ ایسے شخص ہیں جن کی مختلف کتابیں درسِ نظامی کا جزء بن چکی ہیں اور یہ اپنے زمانے کے ممتاز عالمِ دین تھے۔

آپ کی ولادت ماہ صفر ۷۲۲ھ میں تفتازان میں ہوئی، تفتازان خراسان کا ایک شہر ہے، اور آپ کی وفات ماہ محرم ۷۹۲ھ میں سمرقند میں ہوئی۔

آپ کے احوال میں وہ واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے جو اہلِ علم میں مشہور ہے، کہ علّامہ ابتداءً اغبی (کند ذہن) تھے، اسباق یاد نہیں کر پاتے تھے، رفقاء کہتے تھے کہ چلو سعد الدین تفریح کے لئے، تو کہتے: میں تفریح کے لئے پیدا نہیں کیا گیا، سبق یاد نہیں ہو پا تا تفریح کیسے کروں۔

ایک مرتبہ حضرت سو رہے تھے ایک شخص آیا اور یہی کہا چلو تفریح کے لئے، تو انہوں نے یہی جواب دیا: (تفریح کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہوں) پھر کہا چلو حضور بلا رہے ہیں۔ جب آپ نے یہ لفظ سنا تو بغیر چپل کے بھاگے اور دیکھ رہے ہیں کہ حضور ایک جگہ صحابہ کے مابین بیٹھے ہوئے ہیں گفتگو فرما رہے ہیں، حضور نے فرمایا: سعد الدین! تمہیں میں نے بلایا پہلی مرتبہ، تو تم نے کیوں انکار کر دیا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ حضور! مجھے علم نہیں ہو پایا کہ آپ بلا رہے ہیں۔ پھر علامہ نے حضور سے اپنی کند ذہنی کی شکایت کی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: اپنا منھ کھولو! پھر آپ علیہ السلام نے اپنا لعابِ دہن تفتازانی کے منھ میں ڈال دیا، پھر دوسرے دن آپ علّامہ قطبی رازی کے درس میں اشکال کرنے لگے، استاذ سمجھ گئے، مگر طلبہ سمجھتے تھے کہ بکواس اور لغویات کر رہے ہیں، تو استاذ نے کہا: سعد الدین! کل جو تم تھے وہ آج نہیں ہو، اسی دن سے آپ کے علم کا شہرہ ہونے لگا اور علماء کبار میں آپ کا شمار ہونے لگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اصطلاحات

حمد: کہتے ہیں تعظیم کے ارادے سے کسی کی تعریف کرنا، خواہ احسان کے بدلے ہو یا بغیر احسان کے۔

شکر: شکر ایسے فعل کو کہتے ہیں جو منعم کی تعظیم کو بتلائے، اس کے منعم ہونے کی وجہ سے خواہ اس کا تعلق زبان سے ہو یا اعضاء و جوارح سے ہو۔

نوٹ: حمد اور شکر کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، اپنے جائے صدور کے اعتبار سے، اور عموم خصوص من وجہٍ کی نسبت ہے مفہوم کے اعتبار سے۔

اللّٰہ: اللہ نام ہے اس ذاتِ واجب الوجود کا جو تمام صفاتِ کمالیہ کو جامع ہے۔

بیان: کہتے ہیں ایسے کلامِ فصیح کو جو مافی الضمیر کو ظاہر کرنے والا ہو۔

حکمت: کہتے ہیں شرائع کو اور ہر اس کلام کو جو درستگی کے موافق ہو۔

فصل الخطاب: ہر اس کلام کو کہتے ہیں جس کو مخاطب بآسانی سمجھ سکے اور اس پر کلام ملتبس نہ ہو، مذکورہ تعریف اس وقت ہے جبکہ فصل مفصول کے معنیٰ میں ہو اور اگر مفصول فاصل کے معنیٰ میں ہو تو ہر اس کلام کو کہیں گے جو حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہو۔

استعارہ: ھی مجاز علاقته المشابهة کقوله کتاب انزلنا الیک لیخرج الناس۔ الخ

استعارہ بالکنایہ: استعارہ بالکنایہ کہتے ہیں دل ہی دل میں ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دینا اور مشبہ کو ذکر کرنا مشبہ بہ اور اس کے علاوہ (ارکان) کو ذکر نہ کرنا۔

استعارہ تخییلیہ: استعارہ تخییلیہ کہتے ہیں ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جائے، مشبہ کے لئے، مشبہ بہ کے اوازم میں سے کسی لازم کو ثابت کر دیا جائے۔

استعارہ ترشیعیہ: استعارہ ترشیحیہ یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز سے تشبیہ دی جائے مشبہ کو ذکر کیا جائے اور مشبہ کے لئے مشبہ بہ کے کسی مناسب کو ذکر کر دیا جائے۔

ابھام: ابہام کہتے ہیں ایسے لفظ کو جس کے دو معنیٰ ہوں ایک معنیٰ قریب اور ایک معنیٰ بعید، قریب معنیٰ کو چھوڑ کر بعید معنیٰ مراد لیا جائے۔

نظمِ قرآن: قرآن کے کلمات کو باہم اِس طرح جوڑ دینے کا نام ہے جس کے معنیٰ ترتیب وار ہوں اور اس کی دلالتوں میں عقل کے تقاضے کے مطابق تناسب و تناسق ہو نہ کہ کیف ما اتفق نطق کے اندر پے در پے الفاظ کے جمع ہو جانے اور بعض کے بعض کے ساتھ مل جانے کا نام ہے۔

قواعد: قاعدہ کی جمع ہے قاعدہ ہر ایسے حکم کلی کو کہتے ہیں جو اپنے تمام جزئیات پر منطبق ہو جائے۔

حشو: کلام میں ایسی زیادتی کو کہتے ہیں جس سے کلام بے نیاز ہو۔

تطویل: کلام میں ایسی زیادتی کو کہتے ہیں جو اصل مراد پر زائد ہو اور اس کا کوئی فائدہ بھی نہ ہو۔

امثلہ: ان جزئیات کو کہتے ہیں جنہیں قواعد کی وضاحت کے لئے ذکر کیا جاتا ہے۔

شواھد: ان جزئیات کو کہتے ہیں جنہیں قواعد کو ثابت کرنے کے لئے ذکر کیا جاتا ہے۔

نوٹ: امثلہ اور شواہد کے درمیان عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔

مقدمۃ العلم: اسے کہتے ہیں کہ جس کے اندر ایسی چیزوں کو بیان کیا جائے جن پر اس علم کے مسائل کا شروع کرنا موقوف ہو۔

مقدمۃ الکتاب: کتاب کے اس حصّے کو کہتے ہیں جسے مقصود سے پہلے ذکر کیا جائے تا کہ مقصود اس حصہ سے مربوط ہو جائے اور اس سے مقصود میں فائدہ حاصل ہو۔

فصاحت: فصاحت اسے کہتے ہیں جو لفظ میں ابانت وظہور پر دلالت کرتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

نوٹ: مصنفؒ نے فصاحت کی اصطلاحی تعریف نہیں کی ہے، اِس لئے کہ اس کی کوئی ایسی جامع تعریف نہیں ہے، جو اس کے تینوں اقسام کو شامل ہو۔ جیسا کہ مستثنیٰ کی کوئی تعریف نہیں کی جا سکتی، چنانچہ، فصاحت کی تین قسمیں ہیں: (۱) فصاحت فی المفرد (۲) فصاحت فی الکلام (۳) فصاحت فی المتکلم۔

بلاغت: بلاغت کے لغوی معنیٰ ہیں ''پہنچنا''

نوٹ: مصنفؒ نے فصاحت کی طرح بلاغت کی بھی اصطلاحی تعریف نہیں کی ہے، اِس لئے کہ کوئی ایسی تعریف نہیں جو اس کے دونوں قسموں کو جامع ہو۔ چنانچہ بلاغت کی دو قسمیں ہیں: (۱) بلاغت فی الکلام (۲) بلاغت فی المتکلم

فصاحت فی المفرد: کلمہ کا تنافر حروف، غرابت اور مخالفتِ قیاس لغوی سے خالی ہونا ہے۔

تنافر: کلمہ کے اندر ایسی صفت کو کہتے ہیں جو زبان پر باعثِ ثقل ہو اور اس کا تلفظ دشوار ہو جیسے مستشزرات۔

غرابت: ایسے اجنبی کلمہ کو کہتے ہیں جو غیر مانوس الاستعمال ہو اور اس کی مراد ظاہر نہ ہو۔ جیسے: مسرج

مخالفت: کلمہ کا وضع کردہ مفرد الفاظ کے قاعدے کے خلاف ہونا یعنی واضع کی وضع کے خلاف ہونا جیسے: اجلل بغیر ادغام کے۔

فصاحت فی الکلام: کلام کا ضعفِ تالیف، تنافرِ کلمات اور تعقید سے خالی ہونا ہے اس کے تمام کلمات کے فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ۔

ضعفِ تالیف: یہ ہے کہ کلام کی ترتیب جمہور نحاۃ کے مابین کسی مشہور نحوی قاعدے کے مخالف ہو، جیسے: اضمار قبل الذکر۔ لفظاً و معنیً وحکماً جیسے: ضرب غلامہٗ زیداً

تنافرِ کلمات: یہ ہے کہ کلمات زبان پر باعثِ ثقل ہوں اگرچہ ان میں سے ہر ایک فصیح کیوں نہ ہو جیسے: لیس قرب قبر حرب قبر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تعقید: کلام کا ایسا پیچیدہ ہونا ہے کہ اس کی مراد ظاہر نہ ہو، کسی ایسے خلل کی وجہ سے جو یا تو الفاظ میں واقع ہوتا ہے جیسے: وما مثله فی الناس الخ
یا انتقال میں واقع ہو جیسے: سأطلب بعد الدار عنکم لتقربوا الخ

فصاحت فی المتکلم: انسان کے اندر ایسے ملکہ کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان اپنے مافی الضمیر کو فصیح الفاظ میں ادا کرنے پر قادر ہوتا ہے۔

ملکہ: اس کیفیت کا نام ہے جو نفس کے اندر جاگزیں ہو۔

کیفیت: وہ ایسا عرض (قائم بالغیر) ہے جس کا سمجھنا دوسرے کے سمجھنے پر موقوف نہ ہو اور وہ اپنے محل میں تقسیم اور عدد تقسیم کا اقتضاء اولی کے طور پر تقاضہ نہ کرتا ہو۔

بلاغت فی الکلام: کلام کا مقتضاء حال کے مطابق ہونا ہے کلام کے فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ۔

حال: وہ ایسی قوت جو اس بات کی داعی ہو کہ جس کلام کے ذریعے مقصود کو ادا کیا جاتا ہے اس کے اندر کسی خصوصیت کا لحاظ کیا گیا ہو۔

بلاغت فی المتکلم: ایسا ملکہ ہے جس کی وجہ سے متکلم کلامِ بلیغ کرنے پر قادر ہوتا ہے۔

مقتضی حال اور مطابقت مقتضی حال: متکلم اپنی مراد کو ادا کرنے کے لئے کلام کے اندر جس خصوصیت اور نقطہ کا اعتبار کرے وہ نقطہ اور خصوصیت مقتضی حال کہلاتا ہے، اور کلام کا اس خصوصیت پر مشتمل ہونا، مطابقت مقتضی حال کہلاتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال (۱) ص (۲)

نَحْمَدُكَ يَامَنْ شَرَحَ صُدُوْرَنَا لِتَلْخِيْصِ الْبَيَانِ فِيْ إِيْضَاحِ الْمَعَانِيْ وَنَوَّرَ قُلُوْبَنَا بِلَوَامِعِ التِّبْيَانِ مِنْ مَّطَالِعِ الْمَثَانِيْ وَنُصَلِّيْ عَلٰى نَبِيِّكَ مُحَمَّدِنِ الْمُؤَيَّدِ دَلَائِلُ إِعْجَازِهٖ بِأَسْرَارِ الْبَلَاغَةِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهِ الْمُحْرِزِيْنَ قَصَبَاتِ السَّبْقِ فِيْ مِضْمَارِ الْفَصَاحَةِ وَالْبَرَاعَةِ.

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق کریں۔

(ج): مصنفؒ کے جملہ فعلیہ مضارعیہ (بحمدک) لانے کی وجہ بیان کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ**: ہم آپ کی تعریف کرتے ہیں اے وہ ذات! جس نے ہمارے سینوں کو ایضاحِ معانی کے ساتھ بیان کو ملخص کرنے کے لئے کھول دیا ہے اور ہمارے نفوس کو ایسے واضح مدلل بیان سے منور کردیا ہے جو الفاظِ قرآنی سے حاصل ہونے والا ہے، اور ہم آپ کے نبی محمد ﷺ پر درود بھیجتے ہیں جن کے دلائل اعجاز کی اسرارِ بلاغت کے ساتھ تائید کی گئی ہے اور آپ کی آل اور اصحاب پر جو فصاحت و کمال کے میدان میں سبقت کرنے والے ہیں۔

(ب): **نحمدک**: محمود کی اختیاری خوبی کو زبان سے بیان کرنا۔ **تلخیص**: وہ کلام ہے جو حشو و زوائد سے پاک ہو۔ **بیان**: وہ کلامِ فصیح جس سے انسان اپنے مافی الضمیر کو ادا کر سکے۔ **ایضاح**: واضح اور ظاہر کرنا۔ **مثانی**: مثنٰی کی جمع ہے جو ظرفِ مکان ہے اس سے مراد قرآنِ پاک ہے۔ **محرزین**: جمع کرنا۔ **برعة**: بلندی و کمال۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج): جملہ فعلیہ مضارعیہ لانے کی وجہ: چونکہ جملہ اسمیہ صرف دوام پر اور فعلیہ ماضیہ صرف تجدّد پر دلالت کرتا ہے اس لئے ان دونوں کو چھوڑ کر فعل مضارع کو لائے ہیں جو کہ ان دونوں معنوں پر ایک ساتھ دلالت کرتا ہے۔

سوال (۲) ص (۴)

ثُمَّ لَمَّا وَفَّقْتُ بِعَوْنِ اللهِ تَعَالٰی وَتَائِيْدِهٖ لِلْإِتْمَامِ وَقَوَّضْتُ عَنْهُ خِيَامَهٗ بِالْإِخْتِتَامِ بَعْدَ مَا كَشَفْتُ عَنْ وُّجُوْهِ خَرَائِدِهِ اللِّثَامَ وَ وَضَعْتُ كُنُوْزَ الْفَرَائِدِ عَلٰى طَرْفِ الثُّمَامِ فَجَآءَ بِحَمْدِ اللهِ كَمَا يَرُوْقُ النَّوَاظِرَ وَيَجْلُوْ صَدَأَ الْأَذْهَانِ وَيُرْهِفُ الْبَصَآئِرَ وَيُضِيْئُ أَلْبَابَ أَرْبَابِ الْبَيَانِ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب بیان کریں۔

(ج): خط کشیدہ الفاظ کی لغوی صرفی تحقیق کیجئے۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ**: پھر جب اللہ کی مدد اور تائید سے شرح کی تکمیل کی توفیق ملی اور میں نے اس شرح سے اختتام کے خیموں کو جدا کر دیا اس کے بعد کہ میں نے اس کے دل ربا چہروں سے نقاب اُٹھا دی اور میں نے اس کے یکتا موتیوں کے خزانوں کو ثمام گھاس کے کنارے پر رکھ دیا، پس کتاب اللہ کے فضل سے ایسی آئی کہ جو نگاہوں کو ٹھنڈا کرتی ہے اور ذہن کی آلودگیوں کو صاف کرتی ہے اور عقلوں کو تیز کرتی ہے اور ارباب بیان کی فراست کو روشن کر دیتی ہے

(ب): شارح فرماتے ہیں کہ جب اللہ کی توفیق سے مجھے اس شرح کی تکمیل کی سعادت حاصل ہوئی تو میں نے اختتام کی وجہ سے اس شرح سے خیموں کو جدا کر دیا یعنی مختصر المعانی تکمیل سے پہلے لوگوں سے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے ایسی تھی جیسے کسی چیز کو خیمہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

میں چھپادیا گیا ہو لیکن جب میں نے اس کی تکمیل کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا اور لوگ اس سے نفع اٹھانے لگے، تو گویا اس خیموں کو توڑ دیا اور جدا کر دیا مصنفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں انتہائی قیمتی مضامین لکھیں ہیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اور شکر و احسان ہے، جب اس کتاب کو لوگ دیکھتے اور پڑھتے ہیں تو ان کو اچھی معلوم ہوتی ہے، زنگ آلود ذہنوں کو جلا بخشتی ہے اور عقلوں کو تیز کرتی ہے۔

(ج): وفقت: فعل ماضی معروف، واحد متکلم (تفعیل) توفیق دینا۔

فوضت: فعل ماضی واحد متکلم تفعیل عمارت توڑنا۔

خیامه: واحد خیمة شامیانہ، خیمہ۔

خرائد: واحد خریدة خوبصورت عورت۔

لثام: ج الثمة پردہ، نقاب جو چہرہ پر ڈالی جاتی ہے۔

فرائد: واحد فریدة یکتا موتی۔

یروق: فعل مضارع واحد متکلم غائب (ن) پسند آنا، بھلا معلوم ہونا۔

نوازل: واحد نازلة آنکھ۔

یجلوا: مضارع، واحد مذکر غائب (ن) مٹانا، زائل کرنا۔

صدأ: میل کچیل۔

یرهف: مضارع واحد مذکر غائب (افعال) تیز کرنا۔

الباب: واحد لب عقل۔

سوال (۳) ص (۵)

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَا أَنْعَمَ أَيْ عَلٰى إِنْعَامِهٖ وَلَمْ يَتَعَرَّضْ لِلْمُنْعِمِ بِهٖ إِيْهَامًا لِقُصُوْرِ الْعِبَارَةِ عَنِ الْإِحَاطَةِ بِهٖ وَلِئَلَّا يَتَوَهَّمُ إِخْتِصَاصُهٗ بِشَيْءٍ دُوْنَ شَيْءٍ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔
(ب): مطلب بیان کریں۔
(ج): علی انعامہ لانے کی وجہ بھی تحریر کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ**: تمام تعریف اللہ کے لئے ہے اُس چیز پر جو اس نے انعام کیا ہے یعنی اس کے انعام پر اور مصنف منعَم بہ کے درپے نہیں ہوئے، یہ بتلانے کے لئے کہ عبارت اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے اور تا کہ یہ وہم نہ ہو جائے کہ مُنعَمُبہ ایک ہی چیز کے ساتھ مختص ہے۔

(ب): حمد اور محمود کے ذکر کے بعد ماتنؒ نے اس عبارت میں محمود علیہ کو بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اس چیز پر جو اس نے انعام کیا ہے اور جس کو ہم نہیں جانتے تھے یعنی گویائی اس کی ہم کو تعلیم دی ہے۔ اور رہا یہ سوال کہ مصنفؒ منعم بہ کو ذکر کیوں نہیں فرمایا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ باری تعالیٰ کے منعم بہ بے شمار ہیں جیسا کہ ارشاد ہے: "وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوهَا"۔ پس اگر منعم بہ کے تمام افراد کا ذکر کرنا مطلوب ہے تو یہ بات ناممکن ہے، کیونکہ منعم بہ کے تمام افراد کا احاطہ کرنے سے الفاظ قاصر ہیں، اور اگر بعض افراد کا ذکر کرنا مطلوب ہے تو یہ بات اگرچہ ممکن ہے لیکن اس صورت میں بعض چیزوں کے ساتھ منعم بہ کا مختص ہونا لازم آئے گا اور یہ وہم پیدا ہوگا کہ باری تعالیٰ ان بعض چیزوں کی وجہ سے تو حمد کے مستحق ہیں لیکن جن بعض چیزوں کا ذکر نہیں کیا گیا ان کی وجہ سے حمد کے مستحق نہیں ہیں، باری تعالیٰ تو اپنی ہر ہر نعمت کی وجہ سے مستحق حمد ہیں، الحاصل منعم بہ کے تمام افراد کا احاطہ کرنے سے عبارت اور الفاظ کے قاصر ہونے کی وجہ سے منعم بہ کے تمام افراد کو ذکر نہیں کیا گیا، اور مذکورہ وہم سے بچنے کے لئے بعض افراد کو ذکر نہیں کیا گیا۔

(ج): مصنفؒ علی انعامہ کے ساتھ تفسیر کر کے اِس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کلمۂ ما مصدریہ ہے موصولہ نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال (۴) ص (۵)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مَاأَنْعَمَ وَعَلَّمَ مِنَ الْبَيَانِ مَالَمْ نَعْلَمْ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَيْرِ مَنْ نَطَقَ بِالصَّوَابِ، وَأَفْضَلِ مَنْ أُوْتِيَ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): حمد کی تعریف کر کے الحمدللہ کو جملہ اسمیہ لانے کی وجہ بیان کریں۔

(ج): علّم کو انعم کے بعد دوبارہ کیوں لائے واضح کرو۔

(د): بیان کی تعریف کر کے حکمت اور فصل خطاب کی مراد واضح کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اس چیز پر جو اس نے انعام کیا، اور سکھلایا بیان میں سے جس کو ہم نہیں جانتے، اور درود نازل ہو ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر جو ان لوگوں میں سب سے بہتر ہیں جو درست بات کہنے والے ہیں اور ان لوگوں میں افضل ترین ہیں جن کو حکمت دی گئی ہے اور فصلِ خطاب۔

(ب): حمد کی تعریف: حمد نام ہے تعظیم اور اکرام کے ارادے کے ساتھ زبان سے تعریف کرنے کا خواہ وہ تعریف کسی نعمت کے مقابلے میں ہو یا غیر نعمت کے مقابلے میں ہو۔

الحمدللہ کو جملہ اسمیہ اسلئے لائے ہیں تاکہ اس سے دوام اور ثبوت حاصل ہو سکے۔

(ج): علّم کو انعم کے بعد دوبارہ اِس لئے لائے ہیں تاکہ براعتِ استہلال حاصل ہو جائے۔

(د): بیان: اس کلامِ فصیح کو کہتے ہیں جس سے متکلم اپنی ما فی الضمیر کو ظاہر کرتا ہے۔

حکمت: سے مراد دو چیزیں ہیں: (۱) شرائع اور احکام کا علم (۲) وہ کلام جو نفس الامر کے مطابق ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

فصلِ خطاب: فصل اگر اسم مفعول یعنی مفعول کے معنیٰ میں ہے تو اس سے مراد وہ واضح کلام ہے جس کو مخاطب آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہو اور کلام میں مخاطب کو التباس نہ ہو، اور اگر فصل اسم فاعل یعنی فاصل کے معنیٰ میں ہے تو اس سے مراد وہ کلام ہے جو حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہو۔

سوال (۵) ص (۷)

وَتَشْبِيْهُ وُجُوْهِ الْإِعْجَازِ بِالْأَشْيَاءِ الْمُحْتَجِبَةِ تَحْتَ الْأَسْتَارِ اِسْتِعَارَةٌ بِالْكِنَايَةِ وَإِثْبَاتُ الْأَسْتَارِ لَهَا تَخْيِيْلِيَّةٌ وَذِكْرُ الْوُجُوْهِ إِيْهَامٌ أَوْ تَشْبِيْهُ الْإِعْجَازِ بِالصُّوَرِ الْحَسَنَةِ اِسْتِعَارَةٌ بِالْكِنَايَةِ وَإِثْبَاتُ الْوُجُوْهِ لَهٗ تَخْيِيْلِيَّةٌ وَذِكْرُ الْأَسْتَارِ تَرْشِيْحٌ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): عبارت کی تسلی بخش تشریح کریں۔

(ج): استعارہ تخییلیہ اور مصنفؒ کے قول کے مطابق استعارہ بالکنایہ کی تعریف لکھیں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور وجوہِ اعجاز کو پردوں میں چھپی ہوئی چیزوں کے ساتھ تشبیہ دینا استعارہ بالکنایہ ہے اور اُن کے لئے پردوں کا ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہے اور وجوہ کا ذکر ایہام ہے یا اعجاز کو حسین صورتوں کے ساتھ تشبیہ دینا استعارہ بالکنایہ ہے اور اعجاز کے لئے وجوہ کا ثابت کرنا استعارہ تخییلیہ ہے۔

(ب): وجوہِ اعجاز سے بلاغت کے وہ انواع اور طرق مراد ہیں جن سے اعجاز حاصل ہوتا ہے اور یہ طرق تراکیب کے خواص میں سے ہیں یعنی ان انواع اور طرق کا تعلق صرف تراکیب سے ہے، شارح انہیں وجوہِ اعجاز کے بارے میں فرماتے ہیں کہ متن میں وجوہِ اعجاز کا ذکر استعارہ بالکنایہ اور استعارہ تخییلیہ کے طور پر ہے جس کی تشریح میں شارح

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

نے دو تقریریں کی ہیں: پہلی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ ماتن نے وجوہِ اعجاز کو پردوں میں چھپی ہوئی چیزوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور ان دونوں کے درمیان جامع اور وجوہِ تشبیہ اکثر لوگوں کا ان کے جمال پر مطلع نہ ہونا ہے یعنی جس طرح پردوں میں چھپی ہوئی چیزوں کے جمال پر اکثر لوگ مطلع نہیں ہوتے، اسی طرح وجوہِ اعجاز کے جمال پر اکثر لوگ مطلع نہیں ہوتے ہیں پس فاضل مصنفؒ نے چونکہ مشبہ یعنی وجوہِ اعجاز کا ذکر تو کیا ہے اور باقی ارکانِ تشبیہ کا ذکر نہیں کیا اس لئے وجوہِ اعجاز کا ذکر استعارہ بالکنایہ کے طور پر ہوگا اور استار، مشبہ بہ (اشیاء محتجبہ تحت الاستار) کے لئے چونکہ لازم ہے اور اس لازم کو مشبہ یعنی وجوہِ اعجاز کے لئے ثابت کیا گیا ہے، اس لئے متن میں استار کا ذکر استعارہ تخییلیہ کے طور پر ہوگا اور وجوہ کا ذکر ایہام کے طور پر ہوگا، کیونکہ وجہ کے دو معنیٰ ہیں: ایک تو عضوِ مخصوص یعنی چہرے کے ہیں اور وجہ کا اطلاق اس معنیٰ پر اقرب بھی ہے اور اس معنیٰ میں وجہ کا استعمال کثیر بھی ہے، دوسرے معنیٰ انواع اور طرق کے ہیں اور اس معنیٰ پر وجہ کا اطلاق بعید ہے، پس یہاں معنیٰ بعید مراد ہیں، کیونکہ یہ بات محال ہے کہ اعجاز کے لئے اعضاء اور چہرے ہوں اور جب یہ محال ہے تو لفظ وجوہ سے معنیٰ قریب (چہروں) کا مراد لینا بھی محال ہوگا اور جب معنیٰ قریب کا مراد لینا محال ہے تو معنیٰ بعید مراد ہوں گے اور پہلے گزر چکا ہے کہ معنیٰ بعید کا مراد لینا ایہام کہلاتا ہے، لہٰذا متن میں وجوہ کا ذکر ایہام کے طور پر ہوگا۔

شارح کی دوسری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ متن میں اعجاز کو حسین صورتوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور ان میں وجوہِ شبہ یہ ہے کہ جس طرح حسین صورتوں کی طرف نفس مائل ہوتا ہے اسی طرح اعجاز کی طرف بھی مائل ہوتا ہے اور ارکانِ تشبیہ میں سے مشبہ (اعجاز) کے علاوہ کوئی رکن مذکور نہیں ہے لہٰذا اعجاز کا ذکر استعارہ بالکنایہ کے طور پر ہوگا اور وجوہ جو مشبہ بہ (صورِ حسنہ) کے لوازم میں سے ہے ان کو چونکہ مشبہ یعنی اعجاز کے لئے ثابت کیا گیا ہے، اس لئے وجوہ کا ذکر استعارہ تخییلیہ کے طور پر ہوگا اور استار جو مشبہ بہ (صورِ حسنہ) کے مناسبات میں سے ہے ان کو چونکہ مشبہ یعنی اعجاز کے لئے ثابت کیا گیا ہے، اس لئے وجوہ کا ذکر استعارہ تخییلیہ کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

طور پر ہوگا اور استار جو مشبہ بہ (صورِ حسنہ) کے مناسبات میں سے ہے ان کو چونکہ مشبہ یعنی اعجاز کے لئے ثابت کیا گیا ہے، اِس لئے استار کا ذکر ترشیح کے طور پر ہوگا۔

(ج): استعارۂ تخییلیہ: یہ ہے کہ مشبہ کے لئے مشبہ بہ کے لوازم میں سے کسی لازم کو ثابت کر دیا جائے۔

مصنفؒ کے قول کے مطابق: استعارہ بالکنایہ ہے کہ ایک شئ کو دوسری شئ کے ساتھ دل ہی دل میں تشبیہ دی جائے اور ارکانِ تشبیہ میں سے صرف مشبہ کا ذکر کیا جائے اور اس کے علاوہ مشبہ بہ، حرفِ تشبیہ اور وجہِ تشبیہ کا ذکر نہ کیا جائے۔

سوال (۶) ص (۷)

فَلَمَّا كَانَ عِلْمُ الْبَلَاغَةِ وَتَوَابِعِهَا مِنْ أَجَلِّ الْعُلُوْمِ قَدْرًا وَأَدَقِّهَا سِرًّا إِذْبِهٖ يُعْرَفُ دَقَائِقُ الْعَرَبِيَّةِ وَأَسْرَارِهَا وَيُكْشَفُ عَنْ وُجُوْهِ الْإِعْجَازِ فِيْ نَظْمِ الْقُرْآنِ أَسْتَارُهَا اَىْ بِهٖ يَعْرِفُ أَنَّ الْقُرْآنَ مُعْجِزٌ لِكَوْنِهٖ فِيْ أَعْلٰى مَرَاتِبِ الْبَلَاغَةِ لِإِشْتِمَالِهٖ عَلَى الدَّقَائِقِ وَالْأَسْرَارِ الْخَارِجَةِ عَنْ طَوْقِ الْبَشَرِ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): بلاغت اور توابع کی مراد واضح کریں۔

(ج): لَمَّا سے مصنف نے کیا تشریح کی ہے، اس کی وضاحت کریں نیز عبارت کے ہر ہر جزء کی تشریح کریں۔

جواب:

(الف): **ترجمہ**: پس جب علمِ بلاغت اور اس کے توابع کا علم اجلِ اُمور میں سے ہے اور نکتہ کے اعتبار سے دقیق ترین علوم میں سے ہے، اِس لئے کہ اس علم کے ذریعے عربی زبان کی باریکیاں اور اس کے نکتے جانے جاتے ہیں اور نظمِ قرآن میں وجوہِ اعجاز سے اس کے پردوں کو اُٹھایا جاتا ہے یعنی اس سے جانا جاتا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہے کہ قرآن معجز ہے کیونکہ قرآن بلاغت کے اعلیٰ مرتبے پر ہے، اس لئے کہ قرآن ایسی باریکیوں اور نکتوں پر مشتمل ہے جو انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

(ب): بلاغت سے مراد معانی اور بیان ہے۔

توابع سے مراد بدیع ہے۔

(ج): لمّا کے بارے میں شارح نے تین باتیں بیان کی ہیں: (۱) لمّا ظرفِ زمان کے لئے استعمال ہوتا ہے (۲) إذ کے معنیٰ میں ہوتا ہے شرط کی طرح استعمال ہوتا ہے۔ (۳) لمّا فعل ماضی پر داخل ہوتا ہے، فعل ماضی لفظاً ہو یا معنیً۔

مصنفؒ یہاں سے دو باتیں بیان کرنا چاہتے ہیں:

(۱) بلاغت مرتبہ میں بعض علوم سے بڑھا ہوا ہے۔

(۲) وہ نکتوں کے اعتبار سے باریک ہے اس کا سمجھنا تھوڑا دشوار ہے، مصنفؒ نے پھر اس کی وجہ بیان کی ہے، پہلے وجہ بیان کر رہے ہیں اس کے باریک ہونے کی کہ عربی زبان کی باریکیاں اور رُموز کو اسی علمِ بلاغت کے ذریعہ جانا جاتا ہے، لہٰذا نکتوں کے اعتبار سے علمِ بلاغت باریک ہے۔

علمِ بلاغت بلند مرتبہ پر اس طرح ہے کہ بلاغت کے ذریعے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن معجزہ ہے اور قرآن بلاغت کے اتنے اعلیٰ درجہ پر ہے کہ انسان اس کا مثل نہیں لا سکتا ہے، جب قرآن کا معجزہ ہونا معلوم ہو جائے گا تو اس سے آپ ﷺ کی تصدیق ہوگی اور آپ ﷺ کی تصدیق کرنا دنیا و آخرت کی فوز و فلاح کا سبب بنے گا۔

سوال (۷) ص (۸)

وَلٰكِنْ كَانَ غَيْرَ مَصُوْنٍ عَنِ الْحَشْوِ وَالتَّطْوِيْلِ وَالتَّعْقِيْدِ قَابِلًا خَبَرٌ بَعْدَ خَبَرٍ اَىْ كَانَ قَابِلًا لِلْإِخْتِصَارِ لِمَا فِيْهِ مِنَ التَّطْوِيْلِ وَمُفْتَقِرًا إِلَى الْإِيْضَاحِ لِمَا فِيْهِ مِنَ التَّعْقِيْدِ وَإِلَى التَّجْرِيْدِ لِمَا فِيْهِ مِنَ الْحَشْوِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔
(ب): عبارت کے اندر ایک وہم کو دُور کیا گیا ہے آپ پہلے اس وہم کو ذکر کریں پھر اس کی وضاحت کریں۔
(ج): حشو، تطویل، تعقید کی تعریف قلم بند کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور لیکن قسمِ ثالث غیر محفوظ تھی حشو، تطویل اور تعقید سے قابلاً خبر کے بعد خبر ہے یعنی اختصار کو قبول کرنے والی تھی اِس لئے کہ اس میں تطویل ہے وضاحت کی محتاج تھی، کیونکہ اس میں تعقید ہے اور تجرید کی محتاج تھی اِس لئے کہ اس میں حشو ہے۔

(ب): اس عبارت میں مصنفؒ نے جس وہم کو دُور کیا ہے وہ یہ ہے کہ قسمِ ثالث جب احسن ہے اور اتم اور جامع اُصول ہے تو حشو تطویل وغیرہ سے پاک ہوگی۔ مصنفؒ نے اسی وہم کو دُور کرنے کے لئے فرمایا کہ تمام تر خوبیوں کے باوجود قسمِ ثالث حشو، تطویل اور تعقید سے غیر محفوظ ہے، پس حشو کی وجہ سے تجرید کی ضرورت تھی، اور تعقید کی وجہ سے توضیح کی ضرورت تھی، اور تطویل کی وجہ سے اختصار کے لائق تھی۔

(ج): حشو: کلام میں وہ زائد الفاظ ہوتے ہیں جن سے مراد ادا کرنے میں کلام مستغنی ہوتا ہے، وہ زائد الفاظ با فائدہ ہوں یا بے فائدہ، متعین ہوں یا غیر متعین۔

تطویل: کلام اُن زائد الفاظ کا نام ہے جو اصل مراد پر بلا فائدہ زیادہ ہوں۔

تعقید: کلام کا اس طور پر پیچیدہ ہونا ہے کہ اس کے معنیٰ بہ آسانی ظاہر نہ ہو سکتے ہوں، اب یہ پیچیدگی اگر لفظوں میں خلل کی وجہ سے ہے وہ تعقیدِ لفظی ہے اور اگر انتقال میں خلل کی وجہ سے ہے تو وہ تعقید معنوی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال (۸) ص (۹)

أَلَّفْتُ مُخْتَصَرًا يَتَضَمَّنُ مَافِيهِ مِنَ الْقَوَاعِدِ عَلَى مَايَحْتَاجُ إِلَيْهِ مِنَ الْأَمْثِلَةِ وَهِيَ الْجُزْئِيَّاتُ الْمَذْكُورَةُ لِإِيْضَاحِ الْقَوَاعِدِ وَالشَّوَاهِدِ وَهِيَ الْجُزْئِيَّاتُ الْمَذْكُورَةُ لِإِثْبَاتِ الْقَوَاعِدِ فَهِيَ أَخَصُّ مِنَ الْأَمْثِلَةِ آلُ جُهْدًا فِي تَحْقِيقِهٖ وَتَهْذِيْبِهٖ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مختصر کا مصداق متعین کریں۔

(ج): الفت ترکیب میں کیا واقع ہے، وضاحت کر کے مطلب بیان کریں، نیز امثلہ، شواہد کو مثال سے سمجھائیں۔

(د): شواہد کے امثلہ سے خاص ہونے کی وجہ تحریر کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ**: میں نے ایسی مختصر تصنیف کی جو شامل ہے اُن چیزوں کو جو قسمِ ثالث میں ہے یعنی قواعد اور ان مثالوں اور شواہد پر مشتمل ہے جن کی طرف ضرورت پڑتی ہے، امثلہ وہ جزئیات ہیں جو قاعدہ کی وضاحت کرنے کے لئے بیان کئے جائیں اور شواہد وہ جزئیات ہیں جو قاعدہ کو ثابت کرنے کے لئے بیان کئے جائیں۔ لہٰذا شواہد امثلہ سے خاص ہیں اور میں نے پوری کوشش کی مختصر کی تحقیق اور اس کو سنوارنے میں۔

(ب): مختصر کا مصداق متن، تلخیص المفتاح ہے۔

(ج): الفت ترکیب میں لما کا جواب واقع ہے۔

مطلب: جب بلاغت اور اس کے توابع کا علم بلند مرتبہ ہے تو میں نے ایسی مختصر کتاب تصنیف کی جس میں قسمِ ثالث کے اندر موجود قواعد بھی مذکور ہوں، اور میں نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کتاب کے اندر وہ مثالیں بھی بیان کی ہیں جن کی طالبِ علم کو کتاب سمجھنے کے لئے ضرورت پڑتی ہے اور میں نے کتاب کو عمدہ سے عمدہ بنانے میں پوری کوشش صرف کردی۔

امثلہ: اُن جزئیات کو کہتے ہیں جو قاعدہ کی وضاحت کے لئے ذکر کی جاتی ہیں، جیسے آپ نے کہا: کلّ فاعلٍ مرفوع" جیسے "ضرب زید" تو ضرب زید اِس قاعدہ کی مثال کہلائے گی۔

اور شواہد وہ جزئیات ہیں جو قاعدہ کو ثابت کرنے کے لئے ذکر کئے جاتے ہیں جیسے "ان" کا اسم منصوب ہوتا ہے۔ اور آپ قرآنِ کریم سے استدلال کرتے ہوئے "إِنَّ اللهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ" کہیں۔

(د): شواہد کا امثلہ سے خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شواہد میں استدلال یا تو قرآن، یا حدیث، یا کسی شخص کی عبارت سے ہوتا ہے، اِس کے برخلاف مثال کے لئے یہ ضروری نہیں ہے۔

سوال (۹) ص (۱۰)

وَلَمْ أُبَالِغْ فِيْ إِخْتِصَارِ لَفْظِهِ تَقْرِيْبًا مَفْعُوْلٌ لَهُ لِمَاتَضَمَّنَهُ مَعْنًى لَمْ أُبَالِغْ اَوْتَرَكْتُ الْمُبَالَغَةَ فِي الْإِخْتِصَارِ تَقْرِيْبًا لِتَعَاطِيْهِ أَيْ تَنَاوُلِهِ وَطَلَبًا لِتَسْهِيْلِ فَهْمِهِ عَلَى طَالِبِيْهِ وَأَضَفْتُ إِلَى ذَالِكَ فَوَائِدَ عَثَرْتُ عَلَيْهَا وَزَوَائِدَ لَمْ أَظْفُرْ فِيْ كَلَامِ أَحَدٍ بِالتَّصْرِيْحِ بِهَا وَلَا بِالْإِشَارَةِ إِلَيْهَا

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مذکر ضمیروں کا مرجع متعین کریں، نیز مطلب بیان کریں۔

(ج): شارح کو تقریباً مفعول لہٗ کے عامل کے سلسلے میں تاویل کی ضرورت کیوں پڑی؟

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور میں نے اس کے لفظ کے اختصار میں مبالغہ سے کام نہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

لیا حاصل کرنے کے قریب کرنے کے لئے تقریباً مفعول لہٗ ہے، اس فعل کا جس کو لم ابالغ کے معنیٰ شامل ہیں یعنی میں نے مبالغہ چھوڑ دیا اس اختصار کرنے میں اس کو حاصل کرنے کے قریب کرنے کے لئے اور اس کے سمجھنے کے آسان کرنے کو اس کے طالبوں پر طلب کرنے کے لئے اور میں نے ان قواعد وغیرہ پر ایسے فوائد کا اضافہ کیا جن فوائد کو قوم کی بعض کتابوں میں میں نے جانا، اور زوائد کے اضافہ کیا کہ میں کامیاب نہیں ہوا کسی کے کلام میں نہ صراحۃً اور نہ اشارۃً۔

(ب): لفظه، لتعاطيه، طالبيه، فهمه: ان چاروں ضمیر کا مرجع مختصر ہے۔

مطلب: مصنفؒ یہاں سے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اِس کتاب کے اندر اختصار تو کیا ہے، لیکن اتنا اختصار نہیں کیا جس سے کتاب کا سمجھنا دُشوار ہو جائے، بلکہ میں نے تھوڑا اختصار کیا، تاکہ اس کے مسائل طالبِ علموں کے لئے آسان ہو جائیں، اور اس کے ساتھ ساتھ میں نے اپنی کتاب کے اندر کچھ ایسی مفید باتیں بھی بیان کر دیں، جن کو میں نے دوسرے لوگوں کی کتابوں میں پایا اور ایسی باتیں بھی بیان کیں جن کو میں نے کتاب میں نہ صراحۃً اور نہ اشارۃً پایا۔

(ج): "تقریبًا" لم ابالغ کا مفعول لہٗ بنانے میں شارحؒ نے تاویل اِس لئے کی ہے؛ کیونکہ مفعول لہٗ فعل مثبت کا ہوتا ہے، اور یہاں پر فعل منفی ہے، لہٰذا مثبت کے معنیٰ میں اس کو لینے کے لئے تاویل کی ضرورت پیش آئی۔

سوال (۱۰) ص (۱۴)

فَالْفَصَاحَةُ فِي الْمُفْرَدِ خُلُوْصُهٗ أَيْ خُلُوْصُ الْمُفْرَدِ مِنْ تَنَافُرِ الْحُرُوْفِ وَالْغَرَابَةِ وَمُخَالَفَةِ الْقِيَاسِ اللُّغَوِيِّ أَيِ الْمُسْتَنْبِطِ مِنْ إِسْتِقْرَاءِ اللُّغَةِ وَتَفْسِيْرِ الْفَصَاحَةِ بِالْخُلُوْصِ لَايَخْلُوْا عَنْ تَسَامُحٍ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ب): مصنفؒ نے فصاحت کو بلاغت پر کیوں مقدم کیا واضح کریں۔
(ج): قیاس لغوی کی تفسیر المستنبط من استقراء اللغة سے کیوں کی ہے واضح کریں۔
(د): فصاحت فی المفرد، تنافرِ حروف، غرابت کی تعریف کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** پس فصاحت فی المفرد اس کا خالی ہونا یعنی مفرد کا خالی ہونا تنافرِ حروف، غرابت، اور مخالفتِ قیاس لغوی سے یعنی اس قیاس سے جو نکالا گیا ہو لغت کے تتبع سے اور فصاحت کی خلوص کے ساتھ تفسیر کرنا چشم پوشی سے خالی نہیں ہے۔

(ب): مصنفؒ نے فصاحت کو بلاغت پر اس لئے مقدم کیا کہ بلاغت کی تعریف فصاحت کی تعریف پر موقوف ہے اور بلاغت کی تعریف فصاحت کی تعریف پر اِس لئے موقوف ہے کہ بلاغت کی تعریف میں فصاحت ماخوذ اور ملحوظ ہے۔ کیونکہ بلاغت کی تعریف ہے: "مطابقت کلام لمقتضی الحال مع فصاحته" پس جب بلاغت کی تعریف میں فصاحت ماخوذ ہے تو بلاغت کی تعریف کا سمجھنا یقیناً فصاحت کے سمجھنے پر موقوف ہوگا اور فصاحت کا سمجھنا اِس کے لئے موقوف علیہ ہوگا، اور موقوف علیہ چونکہ موقوف سے مقدم ہوتا ہے اِس لئے مصنف نے فصاحت کو مقدم کیا۔

(ج): مصنفؒ نے قیاسِ لغوی کی تفسیر "المستنبط من استقراء اللغة" سے اس لئے کی کہ قیاس لغوی سے مراد وہ قیاس نہیں ہے جو لغت میں ہوتا ہے یعنی ایک شئ کا دوسری شئ کے ساتھ لاحق کرنا جو ایسے جامع کی وجہ سے جو ان دونوں کے درمیان ہو، بلکہ وہ قیاس مراد ہے کہ جس کا منشاء کلما کلماتِ لغویہ کا تتبع ہو یعنی قیاسِ صرفی، مثلاً کلماتِ لغت کا تتبع کرنے کے بعد صرفیوں نے یہ اُصول مقرر کیا کہ جب بھی یاء یا واؤ متحرک ہو اور اس کا ماقبل مفتوح ہو تو اس واؤ اور یاء کو الف سے بدل دیا جائے گا لیکن اس پر سوال ہوگا کہ جب قیاسِ لغوی سے مراد قیاسِ صرفی ہے تو مصنفؒ نے لغوی کیوں فرمایا ہے صرفی کا لفظ ہی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ذکر کر دیا جاتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مصنف نے لغوی کا لفظ ذکر فرما کر اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ قیاس صرفی کا منشاء کلماتِ لغت کا تتبع اور تجسس ہے اگر لغوی کا لفظ مذکور نہ ہوتا تو اس طرف اشارہ نہیں ہوسکتا تھا پس اس طرف اشارہ کرنے کے لئے مصنف نے لغوی کا لفظ ذکر کیا۔

فصاحت فی المفرد: کلمہ کا تنافرِ حروف اور غرابت اور مخالفتِ لغوی سے خالی ہونا ہے۔

تنافرِ حروف: کلمہ کے اندر ایسی صفت کو کہتے ہیں جو زبان پر باعثِ ثقل ہو اور اس کا تلفظ دشوار ہو جیسے: مستشزرات۔

غرابت: کہتے ہیں ایسے اجنبی کلمہ کو جس کی مراد ظاہر نہ ہو یا غیر مانوس الاستعمال ہو جیسے: مسرج۔

سوال (۱۱) ص (۱۷)

وَالْفَصَاحَةُ فِي الْكَلَامِ خُلُوْصُهُ مِنْ ضُعْفِ التَّالِيْفِ وَتَنَافُرِ الْكَلِمَاتِ وَالتَّعْقِيْدِ مَعَ فَصَاحَتِهَا فَالضُّعْفُ نَحْوُ ضَرَبَ غُلَامَهُ زَيْدًا وَالتَّنَافُرُ أَنْ تَكُوْنَ الْكَلِمَاتُ ثَقِيْلَةً عَلَى اللِّسَانِ وَإِنْ كَانَ كُلٌّ مِّنْهَا فَصِيْحَةً

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): فصاحت فی الکلام کی مفصل تشریح کریں۔

(ج): ضعفِ تالیف، تنافرِ کلمات اور تعقید کی تعریف کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ**: اور فصاحت فی الکلا، کلام کا خالی ہونا ہے ضعفِ تالیف، تنافرِ کلمات اور تعقید سے درانحالیکہ اس کلام کے کلمات فصیح ہوں۔ پس ضعف جیسے: ضرب غلامہ زیدا اور تنافر یہ ہے کہ کلمات زبان پر ثقیل ہوں اگر چہ ان میں سے ہر ایک فصیح ہوں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ب): فصاحتِ کلام اس کلام کا نام ہے جس میں نہ تو ضعفِ تالیف ہو۔ نہ تنافرِ کلمات ہو اور نہ تعقید ہو اور اس کلام کے جملہ کلمات فصیح ہوں یعنی فصاحتِ کلام کے لئے ضروری ہے کہ وہ اوّل کے تینوں اُمور سے خالی ہو اور چوتھا امر یعنی اس کلام کے کلمات فصیح ہوں چنانچہ زیدا جلل، شعرہ مستشزر اور انفه مسرج تینوں کلام غیر فصیح ہوں گے کیونکہ پہلے کلام میں اجلل دوسرے میں مستشزر اور تیسرے میں مسرج غیر فصیح کلمے ہیں، حالانکہ پہلے یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ کلام کے فصیح ہونے کے لئے اس کے تمام کلمات کا فصیح ہونا ضروری ہے۔

(ج): ضعفِ تالیف: یہ ہے کہ کلام اس نحوی قانون کے خلاف ہو جو قانون جمہور نحاۃ کے درمیان مشہور ہو، مثلاً جمہور نحاۃ کا قانون یہ ہے کہ وہ ضمیر سے پہلے مرجع ذکر کرتے ہیں لفظاً بھی معنًی بھی اور حکماً بھی، اب اگر ضمیر لفظاً، معنیً، حکماً تینوں طرح مرجع سے پہلے مذکور ہو جیسے: ضرب غلامهٔ زیدا میں تو یہ جمہور نحاۃ کے مقرر کردہ قانون کے خلاف ہے اور ضعفِ تالیف پر مشتمل ہونے کی وجہ سے غیر فصیح ہوگا۔

تنافرِ کلمات: یہ ہے کہ کلمات زبان پر ثقیل ہوں اگر چہ ان میں سے ہر ایک فصیح ہوں۔

تعقید: کلام کا اس طرح پیچیدہ ہو جانا کہ اس کی مراد سامع پر واضح نہ ہوسکے اور اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) تعقیدِ لفظی (۲) تعقیدِ معنوی۔

سوال (۱۲) ص (۱۸)

كَرِيْمٌ مَتٰى أَمْدَحْهُ أَمْدَحْهُ وَالْوَرٰى مَعِيْ وَإِذَا مَالُمْتُهٗ لُمْتُهٗ وَحْدِيْ

فَالْوَاوُ فِي الْوَرٰى لِلْحَالِ وَهُوَ مُبْتَدَأٌ وَخَبَرُهٗ مَعِيْ وَإِنَّمَا مَثَّلَ بِمِثَالَيْنِ لِأَنَّ الْأَوَّلَ مُتَنَاهٍ فِي الثِّقْلِ وَالثَّانِيْ دُوْنَهٗ لِأَنَّ مَنْشَأَ الثِّقْلِ فِي الْأَوَّلِ نَفْسُ إِجْتِمَاعِ الْكَلِمَاتِ وَفِي الثَّانِيْ إِجْتِمَاعُ حُرُوْفٍ مِنْهَا وَهُوَ فِيْ تَكْرِيْرِ أَمْدَحْهُ دُوْنَ مُجَرَّدِ الْجَمْعِ بَيْنَ الْحَاءِ وَالْهَاءِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): وانما مثل سے ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ آپ اعتراض و جواب دونوں کی وضاحت کریں نیز مطلب بیان کیجئے۔

(ج): محض حاء اور ہاء کے جمع ہونے، اور عدمِ تنافر کی وجہ، حسبِ بیان شارح لکھئے۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ**: ایسا کریم ہے جب میں اس کی تعریف کرتا ہوں تو مخلوق میرے ساتھ ہوتی ہے، اور میں جب اس کی ملامت کرتا ہوں تو تنہا ملامت کرتا ہوں، پس والوریٰ میں واؤ حالیہ ہے اور وہ مبتداء ہے اور معی اس کی خبر ہے مصنفؒ نے دو مثالیں اس لئے دی ہیں کہ اوّل ثقل میں انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے اور ثانی میں اس سے کم ہے کیونکہ اوّل میں ثقل کا منشاء نفسِ اجتماع کلمات ہے اور ثانی میں کلمات کے حروف کا اجتماع ہے اور وہ امدحہ کی تکرار کے ساتھ نہ کہ محض حاء اور ہاء کے جمع ہونے سے۔

(ب): مصنفؒ نے تنافرِ کلمات کی مثال میں ایک شعر پیش کیا:

کریم متی امدحہٗ امدحہٗ والوریٰ ❁ معی واذا مالمتہ لمتہ وحدی

اِس شعر میں الوریٰ سے پہلے واؤ حالیہ ہے اور خود الوریٰ مبتدا اور معی اس کی خبر ہے اور ترجمہ یہ ہے: ''ممدوح ایسا کریم ہے کہ جب میں اس کی تعریف کرتا ہوں تو اس حال میں اس کی تعریف کرتا ہوں کہ ایک مخلوق میرے ساتھ ہوتی ہے اور جب اس کی ملامت کرتا ہوں تو اکیلا ہی ملامت کرتا ہوں یعنی میرے ممدوح کے احسانات اِس قدر عام ہیں کہ ساری مخلوق اس سے فائدہ اُٹھاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر میں تعریف کرنے لگوں تو ساری مخلوق میری موافقت کرتی ہے اور سب ہی اس کی تعریف میں رطب اللسان ہوجاتے ہیں اور اگر میں ملامت کرنے لگوں تو چونکہ ملامت کا کوئی مقتضی موجود نہیں ہے، اِس لئے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

میں اکیلا رہ جاتا ہوں اور اس سلسلے میں میرا کوئی ساتھ نہیں دیتا، اس شعر میں بھی تمام کلمات اگر چہ الگ الگ فصیح ہیں لیکن اجتماعی طور پر تلفظ دشوار ہونے کی وجہ سے اس شعر کو بھی غیر فصیح کہا گیا ہے۔

وانما مثل سے شارح نے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے، اعتراض یہ ہے کہ فاضلِ مصنف نے تنافر کی دو مثالیں کیوں ذکر کی ہیں، جبکہ ضعفِ تالیف کی ایک ہی مثال ذکر کی ہے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ تنافر دو طرح کا ہوتا ہے: ایک تو وہ جو ثقل کی انتہاء کو پہنچا ہوا ہو یعنی اس میں کامل درجہ کا ثقل ہو اور دوسرا وہ جس میں اس سے کم درجہ کا ثقل ہو، پس تنافر کی پہلی قسم کی وضاحت کے لئے پہلی مثال ذکر کی ہے اور دوسری قسم کی وضاحت کے لئے دوسری مثال ذکر کی ہے، کیونکہ پہلی مثال میں وجہِ ثقل کلمات (قرب، قبر وغیرہ) کا نفسِ اجتماع ہے اور اس اجتماع کی وجہ سے شعر میں کامل درجہ کا ثقل ہے اور دوسری مثال میں امدحہ امدحہ کو مکرر لانے کے ساتھ حاء اور ہاء کا جمع ہو جانا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اس میں اس درجہ کا ثقل نہیں۔

(ج): شارح فرماتے ہیں کہ دوسری مثال میں بغیر تکرار کے صرف حاء اور ہاء کا جمع ہو جانا اگر چہ ایک گونہ موجبِ ثقل ہے لیکن یہ ثقل مخل بالفصاحت نہیں ہے، اِس لئے کہ ایسا اجتماع تو قرآن میں موجود ہے، چنانچہ ارشاد ہے: فَسَبِّحْه۔

سوال (۱۳) ص (۲۲)

وَتُسْعِدُنِیْ فِیْ غَمْرَةٍ بَعْدَ غَمْرَةٍ ❁ سُبُوْحٌ اَیْ فَرَسٌ حَسَنُ الْجَرِیْ لَاتُتْعِبُ رَاکِبَهَا کَاَنَّهَا تَجْرِیْ عَلَی الْمَاءِ لَهَا صِفَةُ سَبُوْحٍ مِنْهَا حَالٌ مِنْ شَوَاهِدَ عَلَیْهَا مُتَعَلِّقٌ بِشَوَاهِدَ شَوَاهِدُ فَاعِلُ الظَّرْفِ أَغْنٰی لَهَا قِیْلَ التَّکْرَارُ ذِکْرُ الشَّیْءِ مَرَّةً بَعْدَ أُخْرٰی وَلَایَخْفٰی أَنَّهٗ لَایَحْصُلُ کَثْرَتُهٗ بِذِکْرِهٖ ثَالِثًا وَفِیْهِ نَظَرٌ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔
(ب): پورے شعر کی ترکیب لکھیں۔
(ج): شعر کو کس چیز کی مثال میں پیش کیا گیا ہے اس کو واضح کر کے لھا، منھا، علیھا کی ضمیر کا مرجع متعین کریں۔
(د): نظر کی وضاحت کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ**: تیز رفتار گھوڑا میری ہر مصیبت میں مدد کرتا ہے جو اپنے سوار کو تھکاتا نہیں ہے گویا کہ وہ پانی پر تیر رہا ہے لھا سبوح کی صفت ہے منھا شواھد سے حال ہے علیھا شواھد سے متعلق ہے شواہد ظرف ہے یعنی لھا کا فاعل کہا گیا ہے کہ تکرار کسی چیز کو دو مرتبہ ذکر کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ کثرتِ تکرار حاصل نہیں ہوگی تین مرتبہ ذکر کرنے سے اور اس میں نظر ہے۔

(ب): ترکیب: تسعد فعل، نی مفعول بہ فی غمرة، تسعد کے متعلق بعد غمرة ظرف ہے تسعد کا، سبوح موصوف، لھا ظرف لغو ہوکر صفت ہے سبوح کی، منھا کائنا سے متعلق ہوکر شواھد سے حال ہے، علیھا شواھد سے متعلق ہے، شواھد ذوالحال اپنے حال سے مل کر اس فعل کا فاعل جس سے لھا متعلق ہے، پھر سبوح موصوف اپنی صفت سے مل کر تسعد کا فاعل ہے۔

(ج): مذکورہ شعر کو کثرتِ تکرار کی مثال میں پیش کیا گیا ہے۔
لھا، علیھا، منھا تینوں ضمیر کا مرجع فرس ہے۔

(د): شارح قیل سے علامہ زوزنیؒ کے اعتراض نقل کر رہے ہیں۔ علامہ زوزنی کا کہنا ہے کہ ایک چیز کو تین بار ذکر کرنے سے کثرتِ تکرار نہیں ہوگا، کیونکہ تکرار کے لئے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ضروری ہے ایک چیز کو دوبار ذکر کرنا اور تعدد کے لئے چار بار اور کثرت کے لئے چھ بار، لہٰذا تین بار ضمیر ذکر کرنے سے یہ شعر فصاحت سے خالی نہیں ہوگا۔ شارح نظر قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہاں کثرت وحدت کے مقابلے میں ہے یعنی اگر ایک سے زائد بار ذکر ہو جائے تو کثرتِ تکرار کی تعداد کی حد میں آجائے گا۔

سوال (۱۴) ص (۲۴)

اَلْفَصَاحَةُ فِي الْمُتَكَلِّمِ مَلَكَةٌ يَقْتَدِرُ عَلَى التَّعْبِيْرِ عَنِ الْمَقْصُوْدِ دُوْنَ أَنْ يَقُوْلَ يُعَبِّرُ اِشْعَارٌ بِأَنَّهُ يُسَمّٰى فَصِيْحًا إِذَا وُجِدَ فِيْهِ تِلْكَ الْمَلَكَةُ سَوَاءٌ وُجِدَ التَّعْبِيْرُ أَوْلَمْ يُوْجَدْ وَقَوْلُهُ بِلَفْظٍ فَصِيْحٍ لِيَعُمَّ الْمُفْرَدَ وَالْمُرَكَّبَ أَمَّا الْمُرَكَّبُ فَظَاهِرٌ وَأَمَّا الْمُفْرَدُ فَكَمَا تَقُوْلُ عِنْدَ التَّعْدَادِ دَارٌ غُلَامٌ جَارِيَةٌ ثَوْبٌ بِسَاطٌ إِلٰى غَيْرِ ذَالِكَ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب لکھتے ہوئے بلاغت کی تعریف لکھیں۔

(ج): لیعمّ سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں؟ واضح کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور فصاحت فی المتکلم ایسا ملکہ ہے اور مصنفؒ کا قول یقتدر علی التعبیر عن المقصود، بجائے اس کے کہ یعبر کہنا اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کا نام فصیح رکھا جائے گا، جبکہ اس میں یہ ملکہ پایا جائے برابر ہے کہ تعبیر پائی جائے اور اس کا قول بلفظ فصیح تاکہ مفرد اور مرکب کو عام ہو جائے بہرحال مرکب تو ظاہر ہے اور رہا مفرد تو، تُو شمار کے وقت کہتا ہے: دَار، غلام، جاریۃ، ثوب، بساط وغیرہ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ب): مصنفؒ اس عبارت میں فصاحت فی المتکلم کی تعریف کی ہے چنانچہ فرمایا کہ فصاحت فی المتکلم ایسا ملکہ ہے جس کی وجہ سے انسان لفظِ فصیح کے ساتھ مقصود کو ادا کرنے پر قادر ہو۔ شارح کہتے ہیں کہ مصنف نے فصاحت فی المتکلم کی تعریف میں ملکۃ کا لفظ ذکر کیا اور صفۃ کا لفظ ذکر کر کے "صفۃ یقتدر بھا" نہیں کہا، کیونکہ لفظ فصیح کے ساتھ مقصود کو ادا کر دینے سے انسان علمائے بلاغت کی نظر میں فصیح نہیں کہلاتا، بلکہ فصیح کہلانے کے لئے ضروری ہے کہ وہ صفت اور کیفیت اس میں راسخ اور پیوست ہو، پس اس طرف اشارہ کرنے کے لئے فاضل مصنف نے تعریف میں ملکۃ کا لفظ ذکر کیا یعنی فصاحت فی المتکلم ایسا ملکہ ہے جس کی وجہ سے انسان مقصود کو ادا کر دے، کیونکہ فصیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس میں یہ ملکہ موجود ہو اور وہ اس ملکہ کی وجہ سے مقصود کو ادا کرنے پر قادر ہو خواہ مقصود ادا کرے یا نہ ادا کرے یعنی فصیح ہونے کے لئے تعبیر اور ادا کرنا شرط نہیں بلکہ قادر ہونا شرط ہے تعبیر پائی جائے یا نہ پائی جائے، مثلاً ایک شخص کو افتاء کے سلسلے میں ملکہ حاصل ہے تو یہ شخص مفتی کہلائے گا خواہ فتویٰ دے یا نہ دے، ایسا نہیں کہ مسئلہ بتاتے وقت یہ حضرت مفتی صاحب ہوں اور جب بتا کر فارغ ہو گئے تو غیر مفتی ہوں۔

(ج): شارحؒ کہتے ہیں کہ مصنفؒ نے لفظِ فصیح کہا بکلام فصیح نہیں کہا، کیونکہ ہر مقصود کو کلام کے ذریعے ادا نہیں کیا جا سکتا ہے بلکہ بعض مقاصد ایسے ہیں جن کو صرف مفرد کے ذریعے ادا کیا جا سکتا ہے مثلاً ایک شخص اپنا حساب بے باق کرنے کے لئے محاسب کے سامنے مختلف قسم کی چیزیں پیش کرتا ہے تو وہ ان چیزوں کو گنواتے وقت یوں کہے گا: دارٌ، ثوبٌ، غلامٌ، جاریۃٌ، بساطٌ وغیرہ، پس اگر مصنف بکلام فصیح کہتے تو یہ تعریف صرف اس صورت کو شامل ہوتی جہاں مقصود کو کلام اور مرکب کے ذریعے ادا کیا جاتا ہے اور جہاں مفرد کے ذریعے ادا کیا جاتا ہے اس کو یہ تعریف شامل نہ ہوتی، لہٰذا مصنف نے بلفظ فصیح کہا تاکہ یہ تعریف مفرد اور مرکب دونوں کو شامل ہو جائے، کیونکہ کلمہ لفظ مفرد اور مرکب دونوں کو عام ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال (۱۵) ص (۲۷)

وَارْتِفَاعُ شَانُ الْكَلَامِ فِي الْحُسْنِ وَالْقَبُوْلِ بِمُطَابَقَتِهٖ لِلْإِعْتِبَارِ الْمُنَاسِبِ وَإِنْحِطَاطِهٖ اَیْ إِنْحِطَاطِ شَأْنِهٖ بِعَدَمِهَا اَیْ بِعَدَمِ مُطَابَقَتِهٖ لِلْإِعْتِبَارِ الْمُنَاسِبِ وَالْمُرَادُ بِالْإِعْتِبَارِ الْمُنَاسِبِ الْأَمْرُ الَّذِیْ إِعْتَبَرَهُ الْمُتَكَلِّمُ مُنَاسِبًا لِلْمَقَامِ بِحَسْبِ السَّلِيْقَةِ أَوْبِحَسْبِ تَتَبُّعِ تَرَاكِيْبِ الْبُلَغَاءِ يُقَالُ إِعْتَبَرْتُ الشَّیْءَ إِذَانَظَرْتَ إِلَيْهِ وَرَاعَيْتَ حَالَهٗ

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): عبارت کی مکمل وضاحت کریں۔

(ج): والمراد بالإعتبار المناسب سے شارح کیا کہنا چاہتے ہیں؟ وضاحت کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور کلام کا حسن وقبول میں رفیع الشان ہونا کلام کے اعتبار مناسب کے مطابق ہونے کی وجہ سے ہے اور اس کی شان کا گر جانا کلام کے اعتبار مناسب کے مطابق نہ ہونے کی وجہ سے ہے اور اعتبارِ مناسب سے مراد وہ امر ہے جس کا متکلم نے مقام کے مناسب خداداد صلاحیت کے لحاظ سے یا تراکیبِ بلغاء کے تتبع کے لحاظ سے اعتبار کیا جاتا ہے، کہا جاتا ہے: اعتبرت الشیء جب تو اس کی طرف دیکھے اور اسی کے حال کی رعایت کرے۔

(ب): مصنف اس عبارت میں بلاغت کے اعلیٰ مرتبہ اور ادنیٰ مرتبہ کو بیان کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ خیال رہے کہ مصنفؒ کا مقصد صرف حسن وقبول میں مراتب کو بیان کرنا ہے، دوسرے اعتبارات سے، مثلاً ترغیب وترہیب کے اعتبار سے یا نصیحت کے اعتبار سے مراتب کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے، کیونکہ ترغیب وترہیب کے اعتبار سے بلاغت کے اعلیٰ مرتبہ کے لئے کلام میں کثرتِ تاثیر ضروری ہے اور ادنیٰ مرتبہ کے لئے قلتِ تاثیر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ضروری ہے اور نصیحت میں بلاغت کا اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ کلام کثرتِ نصائح پر مشتمل ہو اور ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ کلام قلتِ نصائح پر مشتمل ہو۔ الحاصل مصنف حسن وقبول کے اعتبار سے بلاغتِ کلام کے اعلیٰ مرتبہ اور ادنیٰ مرتبہ کو بیان کرنا چاہتے ہیں؛ چنانچہ فرمایا ہے: کہ حسن وقبول کے اعتبار سے کلام میں رفعتِ شان اور بلندیٔ مرتبہ اس وقت پیدا ہوگی جبکہ کلام اعتبار مناسب کے مطابق ہو۔ یعنی کلام اس امرِ معتبر پر مشتمل ہو جو مخاطب کے حال کے مناسب ہے اور اگر کلام اعتبارِ مناسب کے مطابق نہ ہو یعنی مخاطب کے حال کے مناسب کسی امرِ معتبر پر مشتمل نہ ہو تو یہ کلام بلاغت کے ادنیٰ مرتبہ پر ہوگا پس کلام کا اشتمال جس قدر اتم اور مشتمل علیہ مخاطب کے حال کے جس قدر لائق ہوگا، بلغاء کے نزدیک مراتبِ حسن وقبول میں وہ کلام اتنا ہی ارفع اور اعلیٰ ہوگا، اور جس قدر کلام کا اشتمال انقص ہوگا اتنا ہی وہ کلام ادنیٰ اور گھٹیا شمار ہوگا۔

(ج): شارح کہتے ہیں کہ متن میں اعتبار مصدر سے اسم مفعول مراد ہے یعنی وہ امر مراد ہے جس کا متکلم نے مقام یعنی مخاطب کے حال کے مناسب اعتبار کیا ہے یعنی اعتبار سے مراد امر معتبر ہے اور امر معتبر وہی خصوصیت اور نکتہ ہے جس کا حال تقاضہ کرتا ہے اور جس کو مقتضیٰ حال کہا جاتا ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ متکلم اس امر کا اعتبار کیسے کرے گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر متکلم صاحبِ زبان ہے اور خالص عرب سے ہے تو وہ اپنے ذوقِ سلیم اور خداداد صلاحیت کے ذریعہ اس امر کا اعتبار کرے گا اور اگر وہ غیر عرب سے ہے تو پھر بلغاء کی تراکیب کے تتبع اور تلاش کے ذریعہ سے اس امر کا اعتبار کرے گا۔ شارح نے اس بات پر کہ اعتبار سے مراد امر معتبر ہے لغت سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ اعتبرت الشیٔ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی ایک چیز کو دیکھ کر اس کے حال کی رعایت کرے، مثلاً ایک آدمی نے مخاطب کے انکار کو دیکھا اور پھر اس انکار کے حال کی رعایت کی یعنی کلام میں تاکید کو لایا تو یہ رعایت کرنا ہی امر معتبر ہے۔ الحاصل یہ بات ثابت ہوگئی کہ اعتبار مصدر امر معتبر کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے اور یہاں اعتبار سے امر معتبر ہی مراد ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال (۱۶) ص (۲۹)

وَكَثِيْرًا مَّانَصَبَ عَلَى الظَّرْفِيَّةِ لِأَنَّهُ مِنْ صِفَةِ الْأَحْيَانِ وَمَالِتَا كِيْدِ مَعْنَى الْكَثْرَةِ وَالْعَامِلُ فِيْهِ قَوْلُهُ يُسَمّٰى ذَالِكَ الْوَصْفُ الْمَذْكُوْرَةُ فَصَاحَةً أَيْضًا كَمَا يُسَمّٰى الْبَلَاغَةُ فَحَيْثُ يُقَالُ إِنَّ إِعْجَازَ الْقُرْآنِ مِنْ جِهَةِ كَوْنِهِ فِيْ أَعْلٰى طَبَقَاتِ الْفَصَاحَةِ يُرَادُ بِهَا هٰذَا الْمَعْنٰى

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): تشریح کریں۔

(ج): ھٰذا المعنی کی توضیح کرتے ہوئے "ذالک الوصف المذکورۃ" کو واضح کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ**: کثیراً ماظرفیت کی بنا پر منصوب ہے اس لئے کہ احیان کی صفت ہے اور ما کثرت کے معنیٰ کی تاکید کے لئے ہے اور عامل اس کے اندر ماتن کا قول یسمّٰی ہے بسا اوقات اس وصف کو بھی فصاحت کہہ دیا جاتا ہے جیسا کہ اس کو بلاغت کہہ دیا جاتا ہے، چنانچہ جہاں کہا جائے کہ قرآن کا معجزہ قرآن کے فصاحت کے طبقہ کے اعلیٰ درجہ میں ہونے کی وجہ سے اس سے یہی معنیٰ مراد ہوتے ہیں۔

(ب): اِس عبارت کو لانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس کلام کو جو مقتضیِ حال کے مطابق ہو اس کو بلاغت کہتے ہیں اسی طرح اس کلام کو جو مقتضیِ حال کے مطابق ہو فصاحت بھی کہتے ہیں، چنانچہ جب کہا جائے کہ قرآن معجز اس لئے ہے کہ فصاحت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے تو اس سے یہی معنیٰ یعنی یہ کلام مقتضیِ حال کے مطابق ہے یہی مراد ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

شارحؒ فرماتے ہیں کہ کثیر منصوب اس لئے ہے کہ ظرف زمان واقع ہے اور ظرفِ زمان اس لئے ہے کہ یہ احیان کی صفت واقع ہے اور اس کا عامل ناصب آگے آنے والا یسمّی ہے اور ما، کثیر أ ما میں کثرت کے معنیٰ کی تاکید کے لئے ہے۔

(ج): هٰذا المعنی سے مراد یہ ہے کہ کلام مقتضی حال کے مطابق ہے۔

ذالک اسمِ اشارہ ہے اور اس کا مشارٌ الیہ "الوصف المذکورۃ" ہے یعنی کلام کا مقتضیِ حال کے مطابق ہو اس کو کبھی کبھی فصاحت بھی کہہ دیتے ہیں جیسا کہ یہ کہا جائے قرآن معجزا سلئے ہے کہ فصاحت کے اعلیٰ درجہ میں ہے تو یہاں فصاحت سے مراد بلاغت ہی ہوگا۔

سوال (۱۷) ص (۳۴)

وَهُوَ عِلْمٌ اَیْ مَلَکَةٌ یَقْتَدِرُ بِهَا عَلٰی إِدْرَاکَاتٍ جُزْئِیَّةٍ وَیَجُوْزُ أَنْ یُرَادُ بِهٖ نَفْسُ الْأُصُوْلِ وَالْقَوَاعِدُ الْمَعْلُوْمَةُ وَلِاِسْتِعْمَالِهِمِ الْمَعْرِفَةَ فِي الْجُزْئِیَّاتِ قَالَ یُعْرَفُ بِهٖ أَحْوَالُ اللَّفْظِ الْعَرَبِیِّ الَّتِیْ یُطَابِقُ بِهَا اللَّفْظُ مُقْتَضَی الْحَالِ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): ملکہ، حال مقتضی حال کی تعریف کرکے بتائیں کہ "ولاستعمالهم المعرفة في الجزئيات" سے شارح کیا کہنا چاہتے ہیں۔

(ج): علمِ معانی کی تعریف مع فوائد قیود لکھ کر بتایئے کہ "ھو علم" میں علم سے کیا مراد ہے؟

الجواب:

(الف): **ترجمہ**: اور وہ (علمِ معانی) ایسا علم ہے یعنی ملکہ ہے جس کے ذریعے جزئیات کے ادراک پر قادر ہو جاتا ہے اور ممکن ہے یہ کہ اس سے مراد نفس اُصول اور قاعدہ معلوم مراد ہو، اہلِ عرب کے معرفت کو جزئیات میں استعمال

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کرنے کی وجہ سے مصنفؒ نے یعرف کہا، جس کے ذریعے عربی لفظ کے ان احوال کو جانا جائے جس کے ذریعے لفظ مقتضیِ حال کے مطابق ہوتا ہے۔

(ب): ملکہ: هی کیفیة راسخة فی النفس۔

حال: وہ ایسا امر ہے جو تقاضہ کرے اس بات کا کہ جس کلام سے اصل مراد ادا ہو جائے اِس کلام میں کسی خصوصیت کا اعتبار کیا جائے۔

مقتضی حال: کلام میں جس خصوصیت کا اعتبار کریں گے وہی خصوصیت مقتضیِ حال کہلاتی ہے۔

ولا استعمالهم الخ: سے شارح ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں اعتراض یہ ہے کہ مصنف نے یعلم کیوں نہیں کہا اور یعرف کیوں کہا، تو شارح جواب دے رہے ہیں کہ اہلِ عرب معرفت کا استعمال جزئیات میں کرتے ہیں اور علم کا اطلاق کلیات پر کرتے ہیں اور لفظِ عربی کے احوال چونکہ جزئیات میں سے ہے اس لئے مصنفؒ نے یعرف کہا۔

(ج): علمِ معانی کی تعریف: وهو علم يعرف به أحوال اللفظ العربي التي بها يطابق اللفظ مقتضى الحال۔

مصنف نے احوال اللفظ کہہ کر علمِ حکمت کو خارج کیا ہے کیونکہ اس سے موجودات کا علم ہوتا ہے نہ کہ لفظ کے احوال کا اسی طرح علمِ منطق بھی خارج ہو گیا، کیونکہ علمِ منطق کے ذریعہ معانی کے احوال معلوم ہوتے ہیں اسی طرح علمِ فقہ بھی خارج ہو گیا، کیونکہ اس سے مکلّف بندہ کے احوال جانے جاتے ہیں، لفظ کے احوال اس سے معلوم نہیں ہوتے اور "التي بها يطابق اللفظ مقتضى الحال" اس سے ان احوال سے احتراز کیا ہے جن کا ہونا اصل معنیٰ کی ادائیگی میں ضروری ہوتا ہے لفظ کو مقتضی حال کے مطابق بنانے میں ان کا کوئی عمل نہیں ہوتا جیسا کہ اعلال اور ادغام، اسی طرح ان چیزوں سے احتراز کیا ہے جو مقتضی حال کی رعایت کے بعد ہوتے ہیں جیسے محسنات بدیعیہ۔

وهو علم میں علم سے مراد یا تو ملکہ ہے یا قاعدہ کلیہ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال (۱۸) ص (۳۲)

وَهُوَ أَيْ مَا يُبَيَّنُ فِي الْعُلُوْمِ الْمَذْكُوْرَةِ أَوْيُدْرَكُ بِالْحِسِّ فَالضَّمِيْرُ عَائِدٌ إِلٰى مَا وَمَنْ زَعَمَ أَنَّهُ عَائِدٌ إِلٰى مَا يُدْرَكُ بِالْحِسِّ فَقَدْ سَهَا سَهْوًا ظَاهِرًا مَاعَدَا التَّعْقِيْدِ الْمَعْنَوِيِّ إِذْ لَا يُعْرَفُ بِتِلْكَ الْمَعْلُوْمِ وَلَا بِالْحِسِّ تَمْيِيْزُ السَّالِمِ مِنَ التَّعْقِيْدِ الْمَعْنَوِيِّ عَنْ غَيْرِهٖ فَعُلِمَ أَنَّ مَرْجِعَ الْبَلَاغَةِ بَعْضُهٗ مُبَيَّنٌ فِي الْعُلُوْمِ الْمَذْكُوْرَةِ وَبَعْضُهٗ مُدْرَكٌ بِالْحِسِّ وَبَقِيَ الْإِحْتِرَازُ عَنِ الْخَطَأِ فِي تَادِيَةِ الْمَعْنَى الْمُرَادِ وَالْإِحْتِرَازُ عَنِ التَّعْقِيْدِ الْمَعْنَوِيِّ فَمَسَّتِ الْحَاجَةُ إِلٰى عِلْمَيْنِ مُفِيْدَيْنِ لِذٰلِكَ فَوَضَعُوْا عِلْمَ الْمَعَانِيْ لِلْأَوَّلِ وَعِلْمُ الْبَيَانِ لِلثَّانِيْ

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): عبارت کی تشفی بخش تشریح کریں۔

(ج): سہواً کو اچھی طرح واضح کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور وہ یعنی وہ چیز جو علوم مذکورہ میں بیان کی جاتی ہے یا مدرک بالحس ہے پس ضمیر ما کی طرف راجع ہے اور جس نے یہ خیال کیا کہ مایدرک بالحس کی طرف راجع ہے سو اس نے سراسر بھول کی ہے، تعقید معنوی کے علاوہ ہے اس لئے کہ تعقید معنوی سے سالم من التعقید المعوی کی غیر سالم سے تمیز نہ تو ان علوم کے ذریعہ معلوم ہوتی ہے اور نہ حس سے، پس معلوم ہو گیا کہ بلاغت کا مرجع اس کا بعض تو علوم مذکورہ میں بیان کر دیا گیا ہے، اور بعض مدرک بالحس ہے، اور باقی رہ گیا معنیٰ مراد کے اداء کرنے میں غلطی سے احتراز اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تعقید معنوی سے احتراز، پس ایسے دو علموں کی ضرورت پڑی جو اس کا فائدہ دے،
چنانچہ انہوں نے علمِ معانی کو اوّل کے لئے اور علم بیان ثانی کے لئے وضع کیا ہے۔

(ب): شارح فرماتے ہیں کہ ھو ضمیر کا مرجع وہ ما ہے جو مابین میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ مخل بالفصاحت اسباب جو علومِ مذکورہ (لغت، صرف، نحو) میں بیان کئے گئے ہیں یا مدرک بالحس ہیں تعقید معنوی کے علاوہ ہیں، یعنی تعقید معنوی کو نہ تو علومِ مذکورہ میں بیان کیا گیا ہے، اور نہ وہ مدرک بالحس ہے، اور یہ بات بالکل صحیح ہے لیکن بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ھو ضمیر مایدرک بالحس کی طرف راجع ہے۔ شارح کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا یہ خیال باطل ہے، کیونکہ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ وہ یعنی جو مدرک بالحس ہے تعقید معنوی کے علاوہ ہے، یعنی تعقید کے علاوہ وہ تمام اسباب مخلّہ بالفصاحت مدرک بالحس ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ بعض تو مدرک بالحس ہیں جیسے تنافر مگر بعض (غرابت، مخالفتِ قیاس، لفظی، صنعتِ تالیف) مدرک بالحس نہیں ہیں بلکہ ان کو علومِ مذکورہ میں بیان کیا گیا ہے بہر حال سہی بات یہی ہے کہ ھو ضمیر کا مرجع ''ما'' ہے اور مصنفؒ کا منشاء یہ بیان کرنا ہے کہ اسبابِ مخلہ بالفصاحت جو علومِ مذکورہ میں بیان کئے گئے ہیں یا مدرک بالحس ہیں، تعقید معنوی کے علاوہ ہیں، کیونکہ کلام کے تعقید معنوی سے سالم ہونے اور نہ ہونے کے درمیان تمیز کا علم نہ تو علومِ مذکورہ سے ہوتا ہے، اور نہ ہی حِس اور ذوقِ سلیم سے ہوتا ہے۔ الحاصل یہ بات معلوم ہوگئی کہ بلاغت کے موقوف علیہ یعنی فصیح کو غیر فصیح سے الگ کرنے کی بعض صورتوں کو تو علومِ مذکورہ میں بیان کیا گیا ہے مثلاً غرابت، مخالفتِ قیاس، ضعفِ تالیف اور تعقیدِ لفظی۔ اور بعض مدرک بالحس ہیں جیسے تنافر، حروف میں ہوں یا کلمات میں مگر ان کے علاوہ دو چیزوں سے احتراز اور ہے جو بلاغت کا مرجع اور موقوف علیہ ہے لیکن نہ ان کو علومِ مذکورہ میں بیان کیا گیا ہے اور نہ ہی وہ مدرک بالحس ہیں۔ ان میں ایک تو معنیٰ مراد کو اداء کرنے میں غلطی سے احتراز ہے اور دوسرے تعقید معنوی سے احتراز ہے۔ پس جب ان دونوں باتوں سے احتراز بلاغت کا موقوف علیہ ہے اور ان دونوں کو نہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

علومِ مذکورہ میں بیان کیا گیا ہے، اور نہ مدرک بالحس ہیں تو ان دونوں کے لئے ایسے دوعلموں کی ضرورت پڑی جوان دونوں کے لئے کارآمد اور مفید ہوں یعنی ان دونوں علموں کے ذریعے ان دونوں باتوں سے احتراز کیا جاسکے۔ پس اسی ضرورت کے پیش نظر علماءِ بلاغت نے اوّل یعنی معنیٰ مراد کو ادا کرنے میں غلطی سے احتراز کے لئے علمِ معانی کو وضع فرمایا ہے اور ثانی یعنی تعقید معنوی سے احتراز کے لئے علم بیان کے لئے وضع کیا ہے۔ اسی بات کو ذکر کرتے ہوئے مصنف نے فرمایا کہ وہ علم جس کے ذریعے اوّل یعنی معنیٰ مراد کو اداء کرنے میں غلطی سے احتراز ہوگا، علمِ معانی ہے، اور جس کے ذریعے تعقید معنوی سے احتراز ہوگا علمِ بیان ہے اور علماء بلاغت ان دونوں علموں کو علمِ بلاغت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

(ج): شارح کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا یہ خیال باطل ہے کیونکہ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ وہ یعنی جو مدرک بالحس ہے تعقید معنوی کے علاوہ ہے، یعنی تعقیدِ معنوی کے علاوہ تمام اسباب مخلہ بالفصاحت مدرک بالحس ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

سوال (۱۹) ص (۳۸)

وَالْخَبَرُ لَابُدَّ مِنْ مُسْنَدٍ إِلَيْهِ وَمُسْنَدٍ وَإِسْنَادٍ وَالْمُسْنَدُ قَدْيَكُوْنُ لَهُ مُتَعَلِّقَاتٌ إِذَا كَانَ فِعْلًا أَوْمَافِيْ مَعْنَاهُ كَالْمَصْدَرِ وَإِسْمَى الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ وَمَاأَشْبَهَ ذَالِكَ وَلَاوَجْهَ لِتَخْصِيْصِ هٰذَا الْكَلَامِ بِالْخَبَرِ۔

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): عبارت کی تشریح کریں خاص طور سے ولا وجہ لتخصیص الخ سے مصنفؒ کیا کہنا چاہتے ہیں اس کو واضح کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور خبر کے لئے مسند الیہ، مسند اور اسناد ضروری ہے اور مسند

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اس کے لئے کبھی متعلقات ہوتے ہیں جب کہ مسند فعل ہو یا فعل کے مشابہ ہو جیسے
مصدر، اسمِ فاعل، اسمِ مفعول اور اس کے مشابہ اور اس کلام کو خبر کے ساتھ خاص
کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

(ب): اِس عبارت میں ابوابِ ثمانیہ کے اندر وجہِ حصر کی تکمیل ہے، کیونکہ سابق میں کہا گیا تھا کہ کلام کی نسبتِ کلامیہ کے لئے یا تو نسبتِ خارجیہ ہوگی جو اس کے مطابق ہوگی یا مطابق نہ ہوگی، یا ایسی نسبتِ خارجیہ نہیں ہوگی۔ اگر ثانی ہے تو یہ انشاء ہے جو چھٹا باب ہے اور اگر اوّل ہے یعنی خبر ہے تو خبر کے لئے مسند الیہ، مسند اور اسناد ہوتا ہے۔ اگر اسناد ہے تو یہ بابِ اوّل ہے اور اگر مسند الیہ ہے تو بابِ ثانی اور اگر مسند ہے تو بابِ ثالث اور اگر مسند فعل یا معنیٰ فعل مثلاً مصدر، اسم فاعل اور اسمِ مفعول وغیرہ ہو تو اس کے لئے متعلقات ہوتے ہیں، اور یہ بابِ رابع ہے، اور اسناد اور تعلق میں سے ہر ایک قصر کے ساتھ ہوگا، یا بغیر قصر کے ہوگا اگر قصر کے ساتھ ہے تو یہ باب خامس ہے، اور ہر وہ جملہ جو دوسرے کے ساتھ مقترن ہو یا تو ان میں عطف ہوگا یا نہیں ہوگا، اگر عطف ہے تو وصل ہوگا، اور اگر عطف نہیں ہے تو فصل ہوگا، پس وصل و فصل بابِ سابع ہے اور کلام بلیغ یا اصل مراد پر کسی فائدہ کی وجہ سے زائد ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر زائد ہے تو وہ اطناب ہے اور اگر زائد نہیں ہے تو وہ ایجاز و مساوات ہے، پس اطناب، ایجاز، اور مساوات تینوں مل کر بابِ ثامن ہیں۔

ولا وجه لتخصيص الخ: سے ایک اعتراض کرنا مقصود ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ مسند الیہ، مسند اور اسناد کا ہونا جس طرح خبر کے لئے ضروری ہے اسی طرح انشاء کے لئے بھی ضروری ہے، لہٰذا مصنفؒ کو یوں کہنا چاہئے تھا: وكل من الخبر والانشاء لابدله من مسنداليه ومسند واسناد۔

مصنفؒ نے صرف والخبر کہہ کر اس کلام کو خبر کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اور اس تخصیص کی وجہ کیا ہے۔ صاحبِ دسوقیؒ نے اس کے جواب میں یہ فرمایا ہے کہ انشاء

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کے مقابلے میں چونکہ خبر کی شانِ اعظم ہے اور خبر کے فوائد زیادہ ہیں اور کلام میں خبر ہی اصل ہے اِس لئے خاص طور پر خبر کو ذکر کر دیا گیا اور انشاء کو اس پر قیاس کر لیا گیا۔

سوال (۲۰) ص (۴۶)

فَيَنْبَغِيْ اَىْ إِذَا كَانَ قَصْدُ الْمُخْبِرِ بِخَبَرِهٖ إِفَادَةَ الْمُخَاطَبِ فَيَنْبَغِيْ أَنْ يَقْتَصِرَ مِنَ التَّرْكِيْبِ عَلٰى قَدْرِ الْحَاجَةِ حَذَرًا عَنِ اللَّغْوِ فَإِنْ كَانَ الْمُخَاطَبُ خَالِيَ الذِّهْنِ مِنَ الْحُكْمِ وَالتَّرَدُّدِ فِيْهِ أَسْتُغْنِيَ عَنْ مُؤَكَّدَاتِ الْحُكْمِ وَإِنْ كَانَ الْمُخَاطَبُ مُتَرَدِّدًا طَالِبًا حَسُنَ تَقْوِيَتُهٗ بِمُؤَكِّدٍ وَإِنْ كَانَ مُنْكِرًا لِلْحُكْمِ وَجَبَ تَوْكِيْدُهٗ بِحَسَبِ الْإِنْكَارِ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): فینبغی سے کس بات پہ تفریع ہے اس کو ذکر کر کے عبارت کی مکمل تشریح کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** پس مناسب ہے یعنی جب مخبر کا مقصد اپنی خبر سے مخاطب کو فائدہ پہنچانا ہے تو مناسب بات یہ ہے کہ متکلم بقدرِ ضرورت ترکیب پر اکتفاء کرے لغو سے بچتے ہوئے، پس اگر مخاطب حکم اور تردد فی الحکم سے خالی الذہن ہو تو مستغنی کر دیا جائے گا مؤکداتِ حکم سے۔ اور اگر مخاطب حکم کے اندر متردد ہو حکم کا طالب ہو تو تاکید لانا اچھا ہے اور اگر مخاطب حکم کا منکر ہو تو تاکید لانا انکار کے اعتبار سے واجب ہے۔

(ب): فینبغی کا فاء تفریع کے لئے ہے یعنی جب مخبر کا مقصد مخاطب کو حکم یا اپنے عالم بالحکم ہونے کا فائدہ پہنچانا ہے تو لغو سے بچنے کے لئے کلام اور ترکیب میں اتنی مقدار پر اکتفا کیا جائے گا جس سے یہ مقصد حاصل ہو جائے نہ کہ اس سے زائد ہو اور نہ اس سے کم، کیونکہ کلام اگر غیر مفید ہوگا تو لغو محض ہوگا اور اگر مقصود کے افادہ سے ناقص ہوگا تو لغو کے حکم میں ہوگا اور اگر مقصود کے افادہ سے زیادہ ہوگا تو لغو پر مشتمل ہوگا۔ بہر حال لغو سے بچنے کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

لئے ضروری ہے کہ مخبر اور متکلم اپنے کلام میں قدرِ ضرورت پر اکتفاء کرے، اور جب یہ بات ہے تو دیکھنا پڑے گا کہ مخاطب کیسا ہے چنانچہ مخاطب اگر خالی الذہن ہے یعنی نہ اس کے ذہن میں حکم حاصل ہے اور نہ ہی وہ اس حکم میں متردد ہے تو ایسی صورت میں کلام کو مؤکداتِ حکم (ان وغیرہ) سے پاک رکھا جائے گا کیونکہ جب حکم ذہن کو خالی پائے گا تو وہ ذہن میں بغیر کسی تاکید کے پیوست ہوجائے گا اور ذہن میں اُتر جائے گا اور جب اس صورت میں حکم بغیر تاکید کے ذہن میں اُتر سکتا ہے تو اس حکم کو مؤکد کرنا اور اس کے لئے تاکید لانا بے فائدہ اور لغو ہوگا، اور اگر مخاطب حکم یعنی وقوعِ نسبت اور لا وقوعِ نسبت میں متردد ہو اور زبانِ حال اور زبانِ قال سے اس کے علم یعنی تصدیق اور اذعان کا طالب ہے اس طور پر کہ اس کے ذہن میں حکم کی دونوں طرفیں یعنی محکوم علیہ اور محکوم بہ تو حاصل ہو گئے لیکن وہ اس بارے میں متحیر ہے کہ ان دونوں کے درمیان وقوعِ نسبت کا حکم ہے یا لا وقوعِ نسبت کا تو ایسی صورت میں مخاطب کے تردد کو زائل کرنے کے لئے اور اس حکم کو اس کے ذہن میں اُتارنے کے لئے اس حکم کو کسی حرفِ تاکید کے ذریعہ مؤکد کرنا واجب تو نہیں البتہ بہتر ہے، اور اگر مخاطب حکم کا منکر ہے تو ایسی صورت میں بحسب الانکار مؤکد کرنا واجب ہوگا جس درجہ کا انکار ہوگا اسی درجہ کی تاکید لائی جائے گی، انکار اگر قوی ہوگا تو مؤکدات زیادہ لائے جائیں گے اور اگر انکار ضعیف ہوگا تو مؤکدات کم لائے جائیں گے۔

سوال (۲۱) ص (۴۴)

ثُمَّ قَدَّمَ أَحْوَالَ الْإِسْنَادِ عَلٰى أَحْوَالِ الْمُسْنَدِ إِلَيْهِ وَالْمُسْنَدُ مَعَ تَأَخُّرِ النِّسْبَةِ عَنِ الطَّرَفَيْنِ لِأَنَّ الْبَحْثَ هُنَا إِنَّمَا هُوَ عَنْ أَحْوَالِ اللَّفْظِ الْمَوْصُوْفِ بِكَوْنِهِ مُسْنَدًا إِلَيْهِ أَوْمُسْنَدًا وَهٰذَا الْوَصْفُ إِنَّمَا يَتَحَقَّقُ بَعْدَ تَحَقُّقِ الْإِسْنَادِ وَالْمُتَقَدِّمُ عَلَى النِّسْبَةِ إِنَّمَا هُوَ ذَاتُ الطَّرَفَيْنِ وَلَا بَحْثَ لَنَا عَنْهَا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔
(ب): مطلب لکھیں۔
(ج): یہ عبارت کس سوال کا جواب ہے، سوال و جواب دونوں کو واضح کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** پھر احوالِ اسناد کو احوالِ مسندالیہ اور احوالِ مسند پر مقدم کیا باوجودیکہ نسبت طرفین سے مؤخر ہوتی ہے اس لئے کہ یہاں بحث اس لفظ کے احوال سے ہے جو مسندالیہ یا مسند ہونے کے ساتھ موصوف ہے اور یہ وصف تحقیقِ اسناد کے بعد ہی متحقق ہوتا ہے اور نسبت پر مقدم ذاتِ طرفین ہے اور ہم کو اس سے کوئی بحث نہیں ہے۔

(ب): شارح فرماتے ہیں کہ مصنفؒ نے احوالِ اسناد کو احوالِ مسندالیہ اور احوالِ مسند پر مقدم کیا ہے حالانکہ اسناد نسبت کا نام ہے اور نسبت طرفین (مسندالیہ اور مسند) سے مؤخر ہوتی ہے، لہٰذا اس کا تقاضہ یہ تھا کہ مسندالیہ اور مسند کے احوال پہلے ذکر کئے جاتے اور اسناد کے احوال بعد میں مذکور ہوتے، لیکن مصنفؒ نے ایسا نہیں کیا آخر ایسا کیوں؟

اِس کا جواب دیتے ہوئے شارح نے فرمایا ہے کہ یہاں یعنی علمِ معانی میں اس لفظ کے احوال سے بحث کی جاتی ہے جو مسندالیہ ہونے یا مسند ہونے کے ساتھ متصف ہوتا ہے اور یہ وصف یعنی لفظ کا مسندالیہ ہونا یا مسند ہونا تحقق اسناد کے بعد متحقق ہوتا ہے، کیونکہ جب تک احدالطرفین کا آخر کی طرف اسناد نہیں ہوگا اس وقت تک ایک مسندالیہ اور ایک مسند نہیں ہوگا اور جب یہ وصف یعنی لفظ کا مسندالیہ یا مسند ہونا تحققِ اسناد کے بعد متحقق ہوتا ہے تو یہاں بھی مسندالیہ اور مسند کے احوال کو بعد میں ذکر کیا گیا اور اسناد کے احوال کو پہلے ذکر کیا گیا ہے تاکہ وضع طبع کے موافق ہوجائے اور رہا مسندالیہ اور مسند کا اسناد اور نسبت پر مقدم ہونا تو وہ ذات کے اعتبار سے مقدم ہیں، نہ کی مذکورہ وصف کے اعتبار سے، اور ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ علمِ معانی میں مذکورہ وصف کے اعتبار سے لفظ کے احوال سے بحث کی جاتی ہے ذاتِ طرفین سے بحث نہیں کی جاتی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج): سوال: معترض ذات طرفین کا اعتبار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ذاتِ طرفین وجود میں تبعاً اسناد سے مقدم ہے لہٰذا مناسب بات یہ تھی کہ ان کے احوال کو وضعاً بھی اسناد کے احوال پر مقدم کیا جاتا۔

جواب: جواب کا حاصل یہ ہے کہ علمِ معانی میں ذاتِ طرفین مقصود نہیں ہے بلکہ مسند الیہ ہونے اور مسند ہونے کا وصف مقصود ہے اور یہ وصف چونکہ اسناد کے وجود کے بعد متحقق ہوتا ہے اس لئے اسناد تبعاً مقدم ہوگی اور جب اسناد تبعاً مقدم ہو تو اس کو وضعاً بھی مقدم کردیا گیا تاکہ وضع طبع کے موافق ہو جائے۔

سوال (۲۲)، ص (۴۸)

وَكَثِيْرًا مَّا يُخْرَجُ الْكَلَامُ عَلٰى خِلَافِهٖ أَيْ خِلَافِ مُقْتَضَى الظَّاهِرِ فَيُجْعَلُ غَيْرُ السَّائِلِ كَالسَّائِلِ إِذَاقُدِّمَ إِلَيْهِ مَايَلُوْحُ أَيْ مَايُشِيْرُ لَهٗ بِالْخَبَرِ فَيَسْتَشْرِفُ غَيْرُ السَّائِلِ لَهٗ اِسْتِشْرَافَ الطَّالِبِ الْمُتَرَدِّدِ نَحْوُ "وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا إِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ"

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): عبارت کی تشفی بخش تشریح کریں۔

(ج): استشراف کا معنیٰ لکھ کر آیت کے اندر محلِ استشہاد واضح کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ**: اور بسا اوقات کلام مقتضیٔ ظاہر کے خلاف لایا جاتا ہے، چنانچہ غیر سائل کو سائل کے مانند قرار دیدیا جاتا ہے، جبکہ غیر سائل کے سامنے ایسا کلام پیش کیا جائے جو غیر سائل کے لئے خبر کی طرف مشیر ہو، پس غیر سائل اس خبر کا انتظار کرنے لگے شک کرنے والا طلب کرنے والے کے انتظار کی طرح، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول: "وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا إِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ب): عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اصل کلام کے اندر کلام کو مقتضی حال کے مطابق لانا ہے لیکن کبھی کبھی کلام کو مقتضی ظاہر کے خلاف لایا جاتا ہے من جملہ انہیں میں سے ایک جگہ یہ ہے کہ کوئی شخص خبر کا سوال نہ کرنے والا ہو، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ کلام بغیر تاکید کے پیش کیا جائے، لیکن اس کو سائل کے درجہ میں اس وقت اُتارتے ہیں جب غیر سائل کے سامنے ایسا کلام پیش کیا جائے جو کسی خبر کے وقوع کو بتلا رہا ہو، پس غیر سائل اس خبر کا انتظار کرنے لگے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِس سے یہ معلوم ہوا کہ کفار پر عذاب آنے والا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح سے عذاب کو ہٹانے کے سلسلے میں دعا کرنے سے منع کر دیا، اب یہاں پر شک پیدا ہوا کہ کیا لوگ غرق ہوں گے یا نہیں ہوں گے، پس کہا گیا: اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ کہ بلاشبہ وہ لوگ غرق ہوں گے۔

(ج): شارح کے بیان کے مطابق استشراف کے معنی ہیں سر اُٹھا کر بھوؤں پر ہتھیلی پھیلا کر اس طرح دیکھنا جیسے آفتاب کی شعاعوں سے بچتے ہوئے دیکھا جاتا ہے۔ آیت میں محلِ استشہاد اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ہے۔

سوال (۲۳) ص (۳۴)

(اَلْفَنُّ الْأَوَّلُ عِلْمُ الْمَعَانِيْ) قَدَّمَهُ عَلٰى عِلْمِ الْبَيَانِ لِكَوْنِهٖ مِنْهُ بِمَنْزِلَةِ الْمُفْرَدِ مِنَ الْمُرَكَّبِ (وَهُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهٖ أَحْوَالُ اللَّفْظِ الْعَرَبِيِّ الَّتِيْ بِهَا يُطَابِقُ اللَّفْظُ مُقْتَضَى الْحَالِ) إِحْتِرَازٌ عَنِ الْأَحْوَالِ الَّتِيْ لَيْسَتْ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ مِثْلُ الْإِعْلَالِ وَالْإِدْغَامِ وَالرَّفْعِ وَالنَّصْبِ وَمَا أَشْبَهَ ذَالِكَ مِمَّا لَابُدَّ مِنْهُ فِيْ تَأْدِيَةِ أَصْلِ الْمَعْنٰى، وَكَذَا الْمُحَسِّنَاتُ الْبَدِيْعِيَّةُ مِنَ التَّجْنِيْسِ وَالتَّوْضِيْحِ وَنَحْوِهِمَا مِمَّا يَكُوْنُ بَعْدَ رِعَايَةِ الْمُطَابَقَةِ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف): مطلب لکھتے ہوئے واضح کریں کہ علمِ معانی، علمِ بیان کے بمنزلۂ جز کس اعتبار سے ہے۔
(ب): احترازعن الاحوال سے شارح کیا کہنا چاہتے ہیں واضح کریں۔

الجواب:

(الف): فنِ اوّل علمِ معانی ہے شارح فرماتے ہیں کہ علمِ معانی کو علمِ بیان پر اس لئے مقدم کیا ہے کہ علمِ معانی علمِ بیان کی طرف نسبت کرتے ہوئے ایسا ہے جیسا کہ مفرد مرکب کی طرف نسبت کرتے ہوئے یعنی علمِ معانی مفرد کے مرتبہ میں ہے، اور علمِ بیان مرکب کے مرتبہ میں ہے، اور علمِ معانی بمنزلہ مفرد کے، اور علمِ بیان بمنزلہ مرکب کے، اس لئے ہے کہ مطابقت مقتضاء حال علمِ معانی کا موقوف علیہ تو نہیں ہے البتہ علمِ معانی کا ثمرہ اور فائدہ ضرور ہے، پس مطابقت مقتضاء حال جو علمِ معانی کا ثمرہ ہے علمِ بیان میں اس کا بھی اعتبار کیا گیا ہے، اور ایک دوسری چیز کا اعتبار بھی کیا گیا ہے اور وہ دوسری چیز ہے وضاحت اور خفاء کے اعتبار سے معنیٰ واحد کو مختلف طریقوں سے لانا مثلاً زید کی سخاوت کو بیان کرنے کے لئے کبھی تو کہا جاتا ہے: زید سخی ہے اور کبھی زید کثیر الرماد اور کبھی زید ھزیل الفصیل اور کبھی رأیت بحراً فی الحمام یعطی جبکہ حمام میں زید ہو۔ بہرحال علمِ بیان میں دو چیزوں کا اعتبار ہے، اور علمِ معانی میں ان میں سے ایک کا اعتبار ہے تو علمِ معانی بمنزلۂ مفرد کے ہوا اور یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ مفرد مرکب پر مقدم ہوتا ہے لہٰذا یہاں علمِ معانی کو علمِ بیان پر مقدم کر دیا گیا ہے۔

وھو علم یعرف بہ سے مصنف علمِ معانی کی تعریف کی ہے، چنانچہ فرمایا کہ علمِ معانی وہ علم ہے کہ جس کے ذریعے لفظ عربی کے ان احوال کو جانا جاتا ہے جن احوال کی وجہ سے لفظ مقتضیٰ حال کے مطابق ہوتا ہے۔ شارحؒ نے علم کے دو معنیٰ بیان کئے ہیں: ایک وہ ملکہ اور کیفیتِ راسخہ جس کے ذریعے انسان ادراکاتِ جزئیہ پر قادر ہوتا ہے۔ دوسرا نفسِ اُصول اور قواعدِ معلومہ ہیں۔ پہلی صورت میں تو یہ کہیں گے کہ علمِ معانی وہ ملکہ ہے اور دوسری

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

صورت میں یہ کہیں گے کہ علمِ معانی وہ اُصول اور قواعدِ معلومہ ہیں جن کے ذریعے لفظ عربی کے ان احوال کو جانا جاتا ہے جن احوال کی وجہ سے لفظ مقتضیٰ حال کے مطابق ہوتا ہے۔

(ب): احترز عن الاحوال سے شارحؒ التی بھا یطابق اللفظ مقتضی الحال کی قید کا فائدہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ متن میں احوال اللفظ سے مراد یعنی یہ مفرد کے احوال کو بھی شامل ہے اور جملہ کے احوال کو بھی شامل ہے۔ مصنفؒ نے احوال کو لفظ کی طرف مضاف کر کے علمِ حکمت سے احتراز کیا ہے کیونکہ علمِ حکمت کے ذریعے لفظ کے احوال معلوم نہیں ہوتے ہیں، بلکہ موجودات کے احوال معلوم ہوتے ہیں، اور اس قید کے ذریعے علمِ منطق سے بھی احتراز کیا ہے، کیونکہ علمِ منطق کے ذریعے معنیٰ کا حال معلوم ہوتا ہے، نہ کہ لفظ کا اور علمِ فقہ سے بھی احتراز کیا ہے، کیونکہ علمِ فقہ کے ذریعے فعل مکلف کے احوال معلوم ہوتے ہیں لفظ کے احوال معلوم نہیں ہوتے۔

سوال (۲۴) ص (۴۹)

وَيُجْعَلُ الْمُنْكِرُ كَغَيْرِ الْمُنْكِرِ إِذَا كَانَ مَعَهُ أَيْ مَعَ الْمُنْكِرِ مَا إِنْ تَأَمَّلَهُ أَيْ شَيْءٌ مِنَ الدَّلَائِلِ وَالشَّوَاهِدِ إِنْ تَأَمَّلَ الْمُنْكِرُ ذَالِكَ الشَّيْءَ إِرْتَدَعَ عَنْ إِنْكَارِهِ وَمَعْنَى كَوْنِهِ مَعَهُ أَنْ يَكُوْنَ مَعْلُوْمًا لَهُ مُشَاهِدًا عِنْدَهُ كَمَا تَقُوْلُ لِمُنْكِرِ الْإِسْلَامِ اَلْإِسْلَامُ حَقٌّ مِنْ غَيْرِ تَاكِيْدٍ لِأَنَّ مَعَ ذَالِكَ الْمُنْكِرِ دَلَائِلُ دَالَّةٌ عَلَى حَقِيَّةِ الْإِسْلَامِ وَقِيْلَ مَعْنَى كَوْنِهِ مَعَهُ أَنْ يَكُوْنَ مَوْجُوْدًا فِيْ نَفْسِ الْأَمْرِ وَفِيْهِ نَظَرٌ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): اذا کان معہ ما میں ما سے مراد کیا ہے، نیز یہ بھی لکھیں کہ معہ میں ہ ضمیر کا مرجع کس کی جانب راجع ہے۔

(ج): مطلب بیان کریں۔ نیز نظر کو بھی واضح کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور منکر کو غیر منکر کے مانند کر دیا جاتا ہے جبکہ اس منکر کے پاس کچھ ایسے دلائل وشواہد ہوں کہ اگر وہ منکر ان میں غور کرے تو وہ اپنے انکار سے بعض آجائے اور منکر کے پاس دلیل ہونے کے معنیٰ یہ ہے کہ وہ دلیل اس کو معلوم ہو اور اس کے پاس مشاہدہ ہو جیسا کہ تو منکرِ اسلام سے کہے الاسلام حق بغیر تاکید کے اس لئے کہ اس منکر کے پاس ایسی دلیل ہے جو اسلام کی حقانیت پر دلالت کرنے والی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کے پاس دلیل ہونے کے یہ معنیٰ ہیں کہ وہ دلیل نفس الامر میں موجود ہو اور اس میں نظر ہے۔

(ب): إذا کان معهٗ ما میں ما سے مراد دلائل وشواہد ہیں۔
"معهٗ" کی ضمیر کا مرجع منکر ہے۔

(ج): مصنفؒ فرماتے ہیں کہ خلافِ مقتضاء ظاہر کی ایک صورت یہ ہے کہ منکر کو غیر منکر کے مرتبہ میں اُتار کر اس کے سامنے ایسا کلام پیش کیا جائے جیسا کہ غیر منکر کے سامنے پیش کیا جاتا ہے یعنی منکر کے انکار کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے سامنے مؤکد کلام پیش کیا جائے لیکن جب اس کو غیر منکر کے مرتبہ میں اُتار لیا گیا تو اس کے سامنے مقتضاء ظاہر کے خلاف کلام غیر مؤکد پیش کیا جائے گا، رہی یہ بات کہ منکر کو غیر منکر کے مرتبہ میں کب اُتارا جائے گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب منکر کے پاس ایسے دلائل اور شواہد موجود ہوں کہ اگر منکر اس میں غور کرے تو وہ اپنے انکار سے بعض آجائے۔ لہٰذا جب دلائل وشواہد میں غور کرنے سے منکر کا انکار زائل ہو جائے گا تو وہ منکر غیر منکر کے مرتبہ میں اُتار لیا جائے گا۔
شارح کہتے ہیں کہ منکر کے پاس دلائل وشواہد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ منکر کے وہ دلائل معلوم ہوں اور وہ شواہد اس کو مشاہد ہوں مثلاً آپ منکرِ اسلام سے الاسلامُ حق بغیر تاکید کے ہیں کیونکہ منکرِ اسلام کو اعجاز وقرآن وغیرہ ایسے دلائل معلوم ہیں جو اسلام کے حق ہونے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

پر دلالت کرتے ہیں، اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ منکر کے پاس دلائل ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ دلائل اس کو معلوم ہوں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دلائل نفس الامر میں موجود ہوں اگر چہ اس کو معلوم نہ ہو اور یہ قول محلِ نظر ہے۔

محلِ نظر: اِس طرح ہے کہ اگر دلائل نفس الامر میں موجود ہوں اور منکر کو معلوم اور مشاہد نہ ہو تو وہ اس کے انکار سے باز رکھنے میں کافی نہیں ہوں گے اِس لئے کہ دلائل وشواہد کا موجود ہونا انکار سے باز نہیں رکھتا ہے، بلکہ ان میں غور وفکر کرنے کے بعد منکر انکار سے باز آ سکتا ہے اور غور وفکر اسی وقت ممکن ہوگا جبکہ اس کو دلائل وشواہد معلوم ہوں۔

سوال (۲۵) ص (۵۵)

وَيَنْبَغِيْ أَنْ يُّعْلَمَ أَنَّ الْمَجَازَ الْعَقْلِيَّ يَجْرِيْ فِي النِّسْبَةِ الْغَيْرِ الْإِسْنَادِيَّةِ أَيْضًا مِنَ الْإِضَافِيَّةِ وَالْإِيْقَاعِيَّةِ نَحْوُ أَعْجَبَنِيْ إِنْبَاتُ الرَّبِيْعِ وَجَرْيُ الْأَنْهَارِ وَقَالَ اللهُ تَعَالٰى وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا وَمَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَنَحْوُ نَوَّمْتُ اللَّيْلَ وَأَجْرَيْتُ النَّهْرَ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): عبارت کی تسلی بخش تشریح کریں۔

(ج): اور یہ بھی واضح کریں کون سی مثال نسبتِ اضافیہ کی ہے اور کون سی مثال نسبتِ ایقاعیہ کی ہے۔ نیز نسبتِ اضافیہ وایقاعیہ کی تعریف کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور مناسب ہے کہ جان لیا جائے کہ مجازِ عقلی نسبتِ غیر اسنادیہ میں بھی جاری ہوتا ہے، نسبتِ اضافیہ اور ایقاعیہ میں بھی جیسے اعجبنی انبات الربیع اور جری الانهار اور باری تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا، وَمَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اور جیسے نومت اللیل واجریت النهر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ب): مذکورہ عبارت میں مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مجازِ عقلی جس طرح نسبتِ اسنادیہ میں جاری ہوتی ہے اسی طرح مجازِ عقلی غیر اسنادیہ میں پائی جاتی ہے خواہ نسبتِ غیر اسنادیہ اضافیہ ہو یا ایقاعیہ جیسے اعجبنی انبات الربیع یہ مثال نسبتِ اضافیہ کی ہے، اس میں نسبت ظرفِ زمان کی طرف کی جارہی ہے، اسی طرح جری النہار اس میں نسبت مکان کی طرف ہورہی ہے۔ اصل عبارت ہے: جری الماء فی الانہار اور اسی طرح وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ الخ کیونکہ اس میں نسبت "بین" اسمِ مکان کی طرف ہورہی ہے اور جیسے مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اس میں نسبت ظرفِ زمان کی طرف ہورہی ہے، اصل عبارت مکرف الناس فی اللیل و النہار ہے اور جیسے نومت اللیل اس میں نسبت زمان کی طرف ہورہی ہے۔ اصل عبارت نومت الابن فی اللیل اور جیسے اجریت النہر اس میں نسبت مکان کی طرف ہورہی ہے۔ اصل عبارت اجریت الماء فی الانہار۔

(ج): اعجبنی انبات الربیع اور جری الانہار اور وان خفتم شقاق الخ اور مکر اللیل و النہار یہ چار مثالیں نسبتِ اضافیہ ہیں۔ اور نومت اللیل اور اجریت النہر یہ دونوں مثال نسبتِ ایقاعیہ کی ہیں۔

نسبتِ اضافیہ: وہ نسبت ہے جس میں ایک چیز کی اضافت دوسری چیز کی طرف کی جائے۔

نسبتِ ایقاعیہ: وہ نسبت ہے جس میں ایک چیز کو دوسری چیز پر واقع کیا جائے۔

سوال (۲٦) ص (٦٠)

وَلَابُدَّ لَهُ اَیْ لِلْمَجَازِی الْعَقْلِیِ مِنْ قَرِیْنَةٍ لَفْظِیَّةٍ كَمَا مَرَّ فِیْ قَوْلِ أَبِی النَّجْمِ مِنْ قَوْلِهٖ أَفْنَاهُ قِيْلُ اللهِ اَوْمَعْنَوِيَّةٍ كَاسْتِحَالَةِ قِيَامِ الْمُسْنَدِ بِالْمَذْكُوْرِ عَقْلًا كَقَوْلِكَ مُحَبَّتُكَ جَاءَتْ بِیْ إِلَيْكَ اَوْعَادَةً نَحْوُ هَزَمَ الْأَمِيْرُ الْجُنْدَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔
(ب): عبارت کی وضاحت کریں۔
(ج): "محبتک جاءت بی الیک" اور "ھزم الامیر الجند" میں کون مسند ہے اور کون مسند الیہ ہے وضاحت کر کے لکھیں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** مجازِ عقلی کے لئے قرینہ ضروری ہے قرینہ، خواہ لفظیہ ہو جیسا کہ وہ گزر گیا ابو النجم کے قول "افناہ قیل اللہ" میں یا معنویہ ہو جیسا کہ مسند کا قیام مسند الیہ کے ساتھ محال ہو جیسے تمہارا قول کہ تیری محبت مجھے تیرے پاس لے آئی یا عادۃً ہو جیسے امیر نے لشکر کو شکست دی۔

(ب): مذکورہ عبارت میں مصنفؒ نے قرینہ کی وضاحت کی ہے۔ حاصلِ بحث یہ ہے کہ مجازِ عقلی کے لئے قرینہ کا ہونا ضروری ہے جس سے معلوم ہو جائے کہ متکلم نے ظاہر اسناد مراد نہیں لی ہے، اب قرینہ خواہ لفظیہ ہو یعنی کوئی ایسا لفظ آجائے جس سے معلوم ہو جائے کہ متکلم نے ظاہر اسناد مراد نہیں لی ہے جیسا گزشتہ شعر کے اندر "افناہ قیل اللہ" اس سے معلوم ہو گیا کہ "جذب اللیالی" کی اسناد "میز عنہ" کی طرف حقیقی اسناد نہیں ہے، یا قرینہ معنوہ ہو یعنی جیسا کہ مسند کا قیام مسند الیہ کے ساتھ عقلاً محال ہو جیسا کہ "محبتک جاءت بي الیک" ظاہر سی بات ہے کہ محبت کسی آدمی کو لا نہیں سکتی اس سے معلوم ہو جائے گا کہ مجازِ عقلی ہے۔ اصل عبارت ہے: "نفسی جاءت بي الیک لاجل المحبۃ" یا مسند کا قیام مسند الیہ کے ساتھ عادۃً محال ہو، جیسے "ھزم الأمیر الجند" یہ عادۃً محال ہے کہ امیر تنہا پورے لشکر کو شکست دیدے، لہٰذا یہ محال ہونا قرینہ ہے اس بات کا کہ یہاں ظاہر اسناد مراد نہیں ہے۔

(ج): محبتک جاءت بي الیک میں محبت مسند الیہ ہے اور جاءت مسند ہے۔
ھزم الأمیر الجند میں ھزم مسند اور امیر مسند الیہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال (۲۷) ص (٦٥)

وَلِأَنَّهُمَا ذَهَبَ اِلَيْهِ السَّكَاكِيُّ يَنْتَقِضُ بِنَحْوِ نَهَارُهٗ صَائِمٌ وَلَيْلُهٗ قَائِمٌ وَمَا اَشْبَهَ ذَالِكَ مِمَّا يَشْتَمِلُ عَلٰى ذِكْرِ الْفَاعِلِ الْحَقِيْقِيِّ لِاِشْتِمَالِهٖ عَلٰى ذِكْرِ طَرَفِي التَّشْبِيْهِ وَهُوَ مَانِعٌ مِنْ حَمْلِ الْكَلَامِ عَلَى الْاِسْتِعَارَةِ كَمَا صَرَّحَ بِهِ السَّكَاكِيُّ وَالْجَوَابُ اَنَّهٗ اِنَّمَا يَكُوْنُ مَانِعًا اِذَا كَانَ ذِكْرُهُمَا عَلٰى وَجْهٍ يُنْبِئُ عَنِ التَّشْبِيْهِ بِدَلِيْلِ اَنَّهٗ جَعَلَ قَوْلَهٗ ؏ قَدْزَرَّ اَزْرَارُهٗ عَلَى الْقَمَرِ مِنْ بَابِ الْاِسْتِعَارَةِ مَعَ ذِكْرُ الطَّرَفَيْنِ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): عبارت کی مکمل تشریح کریں، نیز یہ بھی بتائیں کہ مذکورہ عبارت سے سکا کیؒ کے کس قول کی تردید ہورہی ہے۔

(ج): اور مشبہ بہ کو علی وجہ التشبیہ ذکر کرنے کا کیا مطلب ہے۔

(د): مصرع مذکور سے کس چیز پر استدلال کیا گیا ہے۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور اس لئے جس کی طرف سکا کیؒ گئے ہیں سکا کیؒ کا مذہب ٹوٹ جاتا ہے نهارهٗ صائم، لیله قائم اور اس جیسی مثالوں سے، جو فاعلِ حقیقی کے ذکر کرنے پر مشتمل ہوتی ہے، تشبیہ کے دونوں طرف کے ذکر پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اور وہ کلام کو استعارہ پر محمول کرنے سے مانع ہے جیسا کہ خود سکا کیؒ نے صراحت کی ہے جواب یہ ہے کہ تشبیہ کے دونوں طرف کا ہونا مانع اس وقت ہوتا ہے جبکہ ان دونوں کا ذکر ایسے طریقے پر جو تشبیہ کو بتلاتا ہو اس دلیل کے ساتھ کہ انہوں نے ”قدزر ازراره من القمر“ کو استعارہ کے باب سے قرار دیا ہے تشبیہ کے دونوں طرف ذکر ہونے کے باوجود۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ب): اِس سے پہلے مصنفؒ نے فرمایا تھا کہ سکا کیؒ نے مجازِ عقلی کا انکار کیا ہے انبت الربیع البقل جیسی مثالوں کو استعارہ بالکنایہ مانا ہے ان کے نزدیک یہ ہے کہ مشبہ مذکور ہو اور مشبہ بہ مذکور نہ ہو، اب ان پر اشکال ہوتا ہے کہ بہت سی مثالیں ایسی ہیں جہاں مشبہ اور مشبہ بہ دونوں مذکور ہیں جیسے: "نہارہٗ صائم" "نہارہ" مشبہ ہے جو کہ فاعل مجازی ہے اور ضمیر جو فاعل حقیقی ہے وہ مشبہ بہ ہے، جو کہ فاعل مجازی ہے اور ضمیر جو فاعل حقیقی ہے وہ مشبہ بہ ہے تو سکا کیؒ کی صراحت کے مطابق اس کو استعارہ بالکنایہ نہ ہونا چاہئے تھا حالانکہ سکا کیؒ اس کو استعارہ بالکنایہ پر محمول کرتے ہیں۔

سکا کیؒ کے قول کا جواب شارحؒ فرماتے ہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کے ہونے سے استعارہ بالکنایہ سکا کیؒ کے نزدیک اس وقت نہیں ہے جب کہ تشبیہ کے معنیٰ کا لحاظ کئے بغیر معنیٰ درست نہ ہوتے ہوں جیسے "زید اسد" یہاں پر تشبیہ کے معنیٰ کا لحاظ کئے بغیر ترکیب درست نہیں ہوگی کیونکہ خبر اور مبتداء دونوں متغائر ہیں اور اگر تشبیہ کے معنیٰ کا لحاظ کئے بغیر معنیٰ درست ہوجاتے ہیں تو وہاں استعارہ بالکنایہ پر محمول کر سکتے ہیں، دلیل میں شاعر کا قول "قد زر ازرارہ علی القمر" ہے اس طور پر کہ "قمر" مشبہ بہ ہے اور "ازرارہ" کی ضمیر جس سے محبوب مراد ہے مشبہ ہے تو اس میں طرفین کے ذکر ہونے کے باوجود علامہ سکا کیؒ نے اس کو استعارہ بالکنایہ مانا ہے۔

(ج): مشبہ اور مشبہ بہ کو علیٰ وجہ التشبیہ ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تشبیہ کے معنیٰ کی رعایت کے بغیر معنیٰ درست نہ ہوتے ہوں، جیسے: "زید اسد"

(د): مصرع مذکور کے اندر شارح نے اس بات کا استدلال کیا ہے کہ طرفین کا ذکر ہونے کے باوجود علاّمہ سکا کیؒ نے استعارہ بالکنایہ پر محمول کیا ہے، لہٰذا اگر طرفین کا ذکر علیٰ وجہ التشبیہ نہ ہو تو استعارہ بالکنایہ پر محمول کر سکتے ہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال (۲۸) ص (۶۹)

وَاَمَّا تَعْرِيْفُهُ اَیْ اِيْرَادُ الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ مَعْرِفَةً وَاِنَّمَا قَدَّمَ هٰهُنَا التَّعْرِيْفَ وَفِی الْمُسْنَدِ التَّنْكِيْرَ لِاَنَّ الْاَصْلَ فِی الْمُسْنَدِ اِلَيْهِ التَّعْرِيْفُ وَفِی الْمُسْنَدِ التَّنْكِيْرُ فَبِالْاِضْمَارِ لِاَنَّ الْمَقَامَ لِلتَّكَلُّمِ نَحْوُ اَنَا ضَرَبْتُ اَوِ الْخِطَابِ نَحْوُ اَنْتَ ضَرَبْتَ اَوِ الْغَيْبَةِ لِتَقَدُّمِ ذِكْرِهٖ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب لکھیں۔

(ج): غائب کی صورت میں ضمیر کے مرجع کے مذکور ہونے کی صورتیں حسب بیان شارح لکھیں مع امثلہ۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور بہر حال مسند الیہ کو معرفہ لانا اور یہاں تعریف کو مقدم کیا ہے اور مسند میں تنکیر کو، اس لئے کہ مسند الیہ میں تعریف اصل ہے اور مسند میں تنکیر پس ضمیر لانے کے ساتھ کیونکہ مقام متکلم کے لئے ہے جیسے "انا ضربتُ" یا خطاب کے لئے جیسے: "انت ضَرَبْتَ" یا غیبت کے لئے مرجع کے ذکر کرکے مقدم ہونے کی وجہ سے۔

(ب): مسند الیہ کے احوال میں سے ایک حال یہ ہے کہ مسند الیہ کو معرفہ ذکر کیا جائے "اماتعریفه" سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مسند الیہ کو معرفہ بنانا مسند الیہ کے احوال میں سے ہے، حالانکہ کسی کو معرفہ اور نکرہ بنانا واضعِ لغت کا کام ہے نہ کہ بلیغ کا۔ اسی کا جواب دیتے ہوئے شارح نے فرمایا کہ: اماتعریفه سے مسند الیہ کو معرفہ بنانا مراد نہیں، بلکہ یہ مراد ہے کہ مسند الیہ کو معرفہ لایا جائے اور معرفہ ذکر کیا جائے اور مسند الیہ کو ذکر کرنا بلیغ متکلم کا کام ہے۔ شارح کہتے ہیں کہ یہاں احوال مسند الیہ میں تعریف مسند الیہ کو پہلے ذکر کیا گیا ہے،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اور تنکیر مسند الیہ کو بعد میں، اور احوالِ مسند میں تنکیر کو پہلے ذکر کیا گیا ہے، اور تعریف کو بعد میں وجہ اس کی یہ ہے کہ مسند الیہ میں تعریف اصل ہے یعنی مسند الیہ بالعلوم معرفہ ہوتا ہے، اور مسند میں تنکیر اصل ہے، یعنی مسند بالعلوم نکرہ ہوتا ہے پس ہر باب میں جو اصل تھا اس کو مقدم کر دیا گیا، رہا یہ سوال کہ مسند الیہ میں تعریف اور مسند میں تنکیر اصل کیوں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسند الیہ محکوم علیہ ہوتا ہے اور محکوم علیہ یعنی جس پر حکم لگایا جائے اس کا معلوم ہونا ضروری ہے، کیونکہ مجہول پر حکم لگانا باطل ہے اور یہ بات مسلّم ہے کہ مسند الیہ تعریف کی صورت میں معلوم ہوتا ہے نہ کہ تنکیر کی صورت میں، لہٰذا یہ بات معلوم ہوگئی کہ مسند الیہ کا معرفہ ہونا اصل اور راجح ہے اور مسند کے اندر تنکیر اصل اِس لئے ہے کہ مسند محکوم بہٖ ہوتا ہے اور محکوم بہٖ کا غیر معلوم ہونا ضروری ہے، اِس لئے کہ اگر محکوم بہٖ معلوم ہوا تو ایک معلوم چیز کا حکم لگانا لازم آئے گا جو تحصیلِ حاصل ہے اور یہ باطل ہے۔ اور یہ بات محقق ہے کہ مسند تنکیر کی صورت میں غیر معلوم ہوتا ہے نہ کہ تعریف کی صورت میں، اور جب ایسا ہے تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ مسند میں تنکیر اصل ہے نہ کہ تعریف۔ مصنفؒ نے تعریف مسند الیہ کی کئی صورتیں ذکر کی ہیں۔ ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ مسند الیہ کو ضمیر کے ساتھ معرفہ لایا جائے، یعنی ضمیر جو معرفہ ہے اس کو مسند الیہ بنایا جائے، کیونکہ کلام کے تین مقام ہیں: (۱) مقامِ تکلم (۲) مقامِ خطاب (۳) مقامِ غیبت۔ شارحؒ کہتے ہیں کہ اگر مقام، مقامِ غیبت ہے یعنی مارنے والا غائب ہے لیکن پہلے اس کا ذکر ہو چکا ہے تو حامد جواب میں یہ کہے گا: ھو ضرب اسی نے تو مارا ہے۔ اب وہ مرجع سابق میں لفظاً مذکور ہوگا یا معنیً یا حکماً، اگر مرجع سابق میں لفظاً مذکور ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں: (۱) لفظاً تحقیقاً مذکور ہوگا یا لفظاً تقدیراً مذکور ہوگا، اور اگر مرجع معنیً مقدم ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں: (۱) یا اس مرجع پر لفظ دلالت کرے گا (۲) یا قرینہ حالیہ دلالت کرے گا۔

(ج): ضمیر غائب کی صورت میں مرجع سابق میں لفظاً مذکور ہوگا یا حکماً مذکور ہوگا، اگر مرجع سابق میں لفظاً مذکور ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں: (۱) تحقیقاً (۲) تقدیراً، اگر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مرجع معنیٰ مقدم ہے، تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں: (۱) اس مرجع پر لفظ دلالت کرے گا (۲) یا قرینہ حالیہ دلالت کرے گا، پہلے کی مثال: اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى اور دوسرے کی مثال وَلِاَبَوَيْهِ ہے۔

سوال (۲۹) ص (۷۲)

اَوْاِيْهَامِ اِسْتِلْذَاذِهٖ اَیْ وِجْدَانِ الْعَلَمِ لَذِيْذًا نَحْوُ قَوْلُهٗ بِاللّٰهِ يَاظَبْيَاتِ الْقَاعِ قُلْنَ لَنَا اَلَيْلَایَ مِنْكُنَّ اَمْ لَيْلٰى مِنَ الْبَشَرِهٖ اَوِ التَّبَرُّكِ بِهٖ نَحْوُ اللّٰهِ الْهَادِیْ وَمُحَمَّدُ الشَّفِيْعُ اَوْنَحْوِ ذَالِكَ كَالتَّفَاؤُلِ وَالتَّطَيُّرِ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): عبارت کی تسلی بخش تشریح کریں۔

(ج): کیا مذکورہ صورتوں کے علاوہ اور بھی صورتیں ہیں کہ جن میں مسندالیہ کو علم کے ساتھ معرفہ لایا جاتا ہے، اگر لایا جاتا ہے تو ضرور لکھیں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** یا علم کے لذیذ ہونے کا وہم ڈالنے کے لئے یعنی علم کو لذیذ پانے کے لئے جیسے شاعر کا قول خدا کی قسم اے چٹیل میدان کی ہرنیوں تم ہم سے بتاؤ کیا میری لیلیٰ تم میں سے ہے یا انسانوں میں سے ہے یا علم سے برکت حاصل کرنے کے لئے جیسا کہ "**اللہ الھادی**"، "**محمد الشفیع**" یا اس جیسی کوئی چیز جیسا کہ نیک فالی لینا یا بدفالی لینا۔

(ب): اس عبارت میں مصنفؒ یہ فرمارہے ہیں کہ مسندالیہ کو علم کی صورت میں معرفہ لانے کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ متکلم سامع کے ذہن میں یہ بات ڈالنا چاہتا ہے کہ اس کو علم سے مزہ آتا ہے، جیسا کہ شاعر نے اپنے اس شعر میں کہا کہ، خدا کی قسم اے چٹیل میدان کی ہرنیوں ہمیں تم ہی بتادو کہ میری لیلیٰ تم میں سے ہے یا انسانوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

میں سے ہے۔ ام لیلی من البشر میں لیلیٰ مسند الیہ ہے اور اس کو علم کے ساتھ معرفہ لایا گیا ہے، حالانکہ مقتضیٰ ظاہر یہ تھا کہ ام ھی کہا جائے، کیونکہ مرجع پہلے مذکور ہے، لیکن شاعر مسند الیہ کو علم کے ساتھ معرفہ کو اِس لئے لایا تا کہ سامع کو یہ محسوس ہو جائے کہ لیلیٰ کا نام مجھے بہت پیارا ہے بار بار نام لینے میں مجھے لذت محسوس ہوتی ہے۔

اور کبھی مسند الیہ کو علم کے ساتھ اس لئے معرفہ لاتے ہیں تا کہ اس سے برکت حاصل کی جا سکے، جیسے: اللہ الھادی، اور محمد الشفیع، یہاں اللہ اور محمد کو بغرض تبرک ذکر کیا گیا ہے۔ اور کبھی نیک فالی کے لئے مسند الیہ کو علم کے ساتھ معرفہ لاتے ہیں جیسے: سعید فی دارک۔ اور کبھی بدشگونی کے لئے جیسے: السفّاح فی دار صدیقک۔

(ج): مذکورہ صورتوں کے علاوہ اور بھی صورتوں میں مسند الیہ کو علم کے ساتھ معرفہ لایا جاتا ہے۔ جیسے کبھی سامع پر حکم کو پختہ کرنے کے لئے مسند الیہ کو علم کے ساتھ معرفہ لاتے ہیں، جیسے: عبداللہ نے توحید سے کہا: هل اقر زید بکذا۔ جواب میں توحید نے کہا: نعم زید اقر بکذا۔ توحید نے ھو اقر نہیں کہا، تا کہ زید پر اقرار کا حکم پختہ ہو جائے۔ اور کبھی مسند الیہ کو علم کے ساتھ دوسری ایسی وجوہ سے معرفہ لایا جاتا ہے، جن کا اعتبار کرنا اعلام میں مناسب ہوتا ہے، مثلاً سامع کی غباوت پر تنبیہ کرنے کے لئے مسند الیہ کو بصورتِ علم معرفہ ذکر کر دیتے ہیں۔

سوال (٣٠) ص (٧٥)

رُبَّمَا يُجْعَلُ ذَرِيْعَةً اَیْ وَسِيْلَةً إِلَى التَّعْرِيْضِ بِالتَّعْظِيْمِ بِشَانِهٖ اَیْ لِشَانِ الْخَبَرِ نَحْوُ شِعْرٌ إِنَّ الَّذِیْ سَمَكَ السَّمَاءَ اَیْ رَفَعَ السَّمَاءَ بَنٰى لَنَا بَيْتًا اَرَادَ بِهِ الْكَعْبَةَ اَوْبَيْتَ الشَّرَفِ وَالْمَجْدِ دَعَائِمُهٗ أَعَزُّ وَأَطْوَلُ أَوْذَرِيْعَةً إِلٰى تَعْظِيْمِ شَانِ غَيْرِهٖ اَیْ غَيْرِ الْخَبَرِ نَحْوُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب تحریر کرتے ہوئے یجعل کا نائب واضح کریں۔

(ج): مسندالیہ کو اسم موصول کی شکل میں لانے کے بہت سے مقاصد ہیں، آپ ان میں سے مزید دو مقصد بیان کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ**: بسا اوقات اس کو ذریعہ بنایا جاتا ہے خبر کے عظیم الشان ہونے کی طرف اشارہ کرنے کے لئے جیسا کہ شعر ان الذی سمک السماء الخ (بلاشبہ وہ ذات جس نے آسمان بلند کیا اور اس نے ہمارے لئے گھر بنایا) بیت سے مراد یا تو کعبہ ہے یا بزرگی کا گھر، جس کے کھمبے باعزت اور لمبے ہیں یا خبر کی شان کی تعظیم کے لئے اس کو ذریعہ بنایا جاتا ہے جیسے "اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا شُعَیْبًا الخ، وہ لوگ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہ لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔

(ب): یجعل کا نائب فاعل وجہ بنائے خبر کی طرف اشارہ کرنا ہے ای یجعل الایماء الی وجہ بناء الخبر ذریعۃ الخ مصنفؒ یہاں سے فرمارہے ہیں کہ مسندالیہ کو اسم موصول کی شکل میں معرفہ اِس لئے لایا جاتا ہے کہ وجہ بنائے خبر کی طرف اشارہ کرکے مسند کی خبر کے عظیم الشان ہونے کو بتلایا جائے اس شعر کے اندر "الذی سمک السماء" سے اشارہ ہے کہ آنے والی خبر رفعت اور بلندی کی قسم میں سے ہے پھر اس اشارہ میں خبر کے عظیم الشان ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے اس طور پر کہ ہمارے گھر کی تعمیر کرنے والی وہی ذاتِ عالی جس نے آسمان جیسی بلند و بالا چیز کو پیدا کیا، اور کبھی کبھی مسندالیہ کو اسم موصول کی شکل میں لاکر وجہ بنائے خبر کی طرف اشارہ کرنے سے کبھی غیر خبر کی عظمت کا وسیلہ بنتا ہے، جیسے: "اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا شُعَیْبًا" اس سے معلوم ہوا کہ آنے والی خبر خسارہ کی ہے، کیونکہ نبی کی تکذیب باعثِ خسارہ ہوا کرتی ہے، لیکن اس سے شعیبؑ کی عظمت بھی معلوم ہوتی ہے اس طور پر کہ ان کی تکذیب کی وجہ سے قوم ہلاک ہوئی حالانکہ شعیب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ترکیب میں خبر نہیں، بلکہ کذّبوا کا مفعول بہ ہے۔
(ج): کبھی مسند الیہ کی عظمت کرنا مقصود ہوتی ہے جیسے: "فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ" کبھی مخاطب کی غلطی پر تنبیہ کرنا مقصود ہوتا ہے جیسے: "اِنَّ الَّذِیْ تَرَوْنَهُمْ اِخْوَانَكُمْ يَشْفِي غَلِيْلَ صُدُوْرِهِمْ اَنْ تَصْرَعُوْا"

سوال (۳۱) ص (۷۸)

أَوِ التَّنْبِيْهِ عِنْدَ تَعْقِيْبِ الْمُشَارِ إِلَيْهِ بِأَوْصَافٍ عَلَى أَنَّهُ جَدِيْرٌ بِمَا يَرِدُ بَعْدَهُ مِنْ أَجْلِهَا نَحْوُ أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔
(ب): مطلب بیان کریں۔
(ج): شارح نے عند تعقیب المشار إلیه بأوصاف کی تشریح کن لفظوں سے کی ہے اس کو لکھیں اور بتائیں کہ شارح اس تشریح سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟

الجواب:

(الف): **ترجمہ**: یا تنبیہ کرنے کے لئے مشارٌ الیہ کے بعد اوصاف لاکر کے اس بات پر کہ مشارٌ الیہ لائق ہے اس حکم کا جو اسمِ اشارہ کے بعد آرہا ہے ان اوصاف کی وجہ جیسے ہے: أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ الخ

(ب): مصنفؒ فرماتے ہیں کہ کبھی مسند الیہ کو اسمِ اشارہ کے ساتھ معرفہ اس لئے لایا جاتا ہے کہ سامع کو اِس بات پر تنبیہ ہوجائے کہ مشارٌ الیہ کے بعد جو اوصاف میں مشارٌ الیہ، اسمِ اشارہ کے بعد آنے والے حکم کا مستحق انہیں اوصاف کی وجہ سے ہوا ہے، مثلاً: "أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ الخ" أُولَئِكَ دونوں جگہ اِسمِ اشارہ ہے اور مشارٌ الیہ مُتَّقِیْن ہے۔ اور مشارٌ الیہ کے بعد ایمان بالغیب، اقامتِ صلوٰۃ وغیرہ اوصاف مذکور ہیں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اور اسمِ اشارہ کے بعد آنے والا حکم دنیا میں ہدایت اور آخرت میں فلاح ہے پس باری تعالیٰ نے مسند الیہ کو اسمِ اشارہ کے ساتھ معرفہ لا کر اِس بات پر تنبیہ کی ہے کہ مشارٌ الیہ یعنی متقین ہدایت اور فلاح کے مستحق انہیں اوصاف کی وجہ سے ہوئے ہیں جو اوصاف مشارٌ الیہ کے بعد اور اسمِ اشارہ سے پہلے ذکر کئے گئے ہیں۔

(ج): شارح نے عندتعقیب مشار الیہ باوصاف کی تشریح ان الفاظ (عندایراد الاوصاف علی عقب المشار الیہ) سے کی ہے۔

اِس تشریح سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تعقیب کی حیز میں اگر باء آجائے تو وہ باء مؤخر پر داخل ہوتا ہے نہ کہ مقدم پر یعنی باء کا مدخول مؤخر ہوتا ہے اور اس کا ماقبل مقدم ہوتا ہے چنانچہ عقبة فلان اس وقت کہا جاتا ہے جب فلاں اس کے بعد آئے پھر مفعولِ ثانی کی طرف باء کے ساتھ متعدی کر کے عقبته بالشیٔ اس وقت کہا جاتا ہے جب تم شی کو اس بعد کر دے پس لغت کے اس قاعدے کے تحت متن کا مطلب یہ ہوگا کہ مشارٌ الیہ پہلے ہو اور اوصاف اس کے بعد ہوں۔

سوال (۳۴) ص (۸۱)

وَقَدْ يُفِيْدُ الْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ الْمُشَارِ بِهَا إِلَى الْحَقِيْقَةِ الْإِسْتِغْرَاقَ نَحْوُ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ أُشِيْرَ بِاللَّامِ إِلَى الْحَقِيْقَةِ لٰكِنْ لَمْ يُقْصَدْ بِهَا الْمَاهِيَّةُ مِنْ حَيْثُ هِيَ هِيَ لَا مِنْ حَيْثُ تَحَقُّقِهَا فِيْ ضِمْنِ بَعْضِ الْأَفْرَادِ بَلْ فِيْ ضِمْنِ الْجَمِيْعِ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب بیان کریں۔

(ج): الانسان میں لام استغراق کا ہے، شارح نے اس پر کیا دلیل پیش کی ہے؟ تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور کبھی معرف باللام جس کے ذریعہ حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے استغراق کا فائدہ دیتا ہے جیسے: اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ لام سے حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن اس سے ماہیت من حیث ھی ھی کا ارادہ نہیں کیا گیا ہے اور نہ اس حیثیت سے کہ وہ بعض افراد کے ضمن میں متحقق ہے بلکہ (اس اعتبار سے کہ) وہ تمام افراد کے ضمن میں متحقق ہے۔

(ب): ماتنؒ فرماتے ہیں کہ وہ معرف باللام جس سے حقیقت کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے کبھی استغراق کا فائدہ دیتا ہے یعنی لام حقیقت کبھی تو حقیقت من حیث ھی کا فائدہ دیتا ہے اور اس حقیقت کا فائدہ دیتا ہے جو بعض غیر معین افراد کے ضمن میں متحقق ہوتی ہے اور کبھی اس حقیقت کا فائدہ دیتا ہے جو حقیقت تمام افراد کے ضمن میں متحقق ہوتی ہے۔ اس عبارت میں اسی تیسری قسم کو بیان کرنا مقصود ہے اس کی مثال باری تعالیٰ کا قول: اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ہے یعنی اَلْاِنْسَانَ میں جو لام ہے اس کے ذریعہ حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن اس حقیقت سے نفسِ حقیقت اور ماہیت من حیث ھی مراد نہیں ہے جیسا کہ مذکورہ تین قسموں میں سے قسمِ اوّل میں مراد ہے اور نہ وہ حقیقت مراد ہے جو بعض غیر معین افراد کے ضمن میں متحقق ہوتی ہے جیسا کہ قسمِ ثانی میں مراد ہے بلکہ وہ حقیقت مراد ہے جو تمام افراد کے ضمن میں متحقق ہوتی ہے۔

(ج): الاِنْسان میں لامِ استغراق ہونے پر شارح نے یہ دلیل دی ہے کہ اس استثناء متصل کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ اگر مستثنیٰ کا ذکر نہ کیا جائے تو مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ میں داخل ہونا واجب ہے پس یہاں بھی اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کا استثناء صحیح ہے، کیونکہ اگر مستثنیٰ یعنی اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کا ذکر نہ کیا جاتا تو مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ میں داخل ہو جاتا اور مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ میں دخول، اس بات کی فرع ہے کہ مستثنیٰ منہ میں عموم ہے۔ کیونکہ اگر مستثنیٰ منہ میں عموم نہ ہوتا تو اس میں مستثنیٰ داخل نہ ہوتا، الحاصل مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ میں داخل ہونا اِس بات کی دلیل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہے کہ مستثنیٰ منہ میں عموم ہے اور عموم استغراق پر دلالت کرتا ہے، لہٰذا ثابت ہو گیا کہ الاِنسان میں لام استغراق کے لئے ہے۔

سوال (۳۳) ص (۸۲)

وَهُوَ اَیْ اَلْاِسْتِغْرَاقُ ضَرْبَانِ حَقِيْقِيٌّ وَهُوَ اَنْ يُّرَادَ كُلُّ فَرْدٍ مِمَّا يَتَنَاوَلُهُ اللَّفْظُ بِحَسَبِ اللُّغَةِ نَحْوُ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَیْ عَالِمُ كُلِّ غَيْبٍ وَشَهَادَةٍ وَعُرْفِيٌّ وَهُوَ اَنْ يُرَادَ كُلُّ فَرْدٍ مِمَّايَتَنَاوَلُهُ اللَّفْظُ بِحَسَبِ مُتَفَاهِمِ الْعُرْفِ نَحْوُ جَمَعَ الْأَمِيْرُ الصَّاغَةَ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): عبارت کی تسلی بخش تشریح کریں۔

(ج): الصاغة سے کون سنار مراد ہیں؟ واضح کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور وہ یعنی استغراق کی دو قسمیں ہیں: حقیقی اور وہ یہ ہے کہ ہر اس فرد کا ارادہ کیا جائے جس کو لفظ لغت کے اعتبار سے شامل ہے جیسے: عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ یعنی ہر غیب و حاضر کا عالم ہے اور عرفی اور وہ یہ ہے کہ ہر اس فرد کا ارادہ کیا جائے جس کو لفظ فہم عرف کے اعتبار سے شامل ہوتا ہے، جیسے: امیر نے تمام سناروں کو جمع کیا۔

(ب): مصنفؒ نے فرمایا ہے کہ مطلقاً استغراق کی دو قسمیں ہیں یعنی استغراق مسند الیہ میں ہو یا غیر مسند الیہ میں اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) حقیقی (۲) عرفی۔ استغراق حقیقی یہ ہے کہ لفظ سے ان تمام افراد کا ارادہ کیا جائے، جن کو لفظ لغت اور وضع کے اعتبار سے شامل ہے، جیسے: عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ میں غیب اور حاضر سے وہ تمام افراد مراد ہیں جن کو لفظ غیب اور شہادت لغت اور وضع کے اعتبار سے شامل ہے چنانچہ باری تعالیٰ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہر غیب و حاضر کے عالم ہیں، اور استغراقِ عرفی یہ ہے کہ لفظ سے ان تمام افراد کا ارادہ کیا جائے جن کو لفظ عرف کے اعتبار سے شامل ہے، مثلاً کسی نے کہا: جامع الامیر الصاغۃ۔

(ج): الصاغۃ سے دنیا کے تمام سنار مراد نہیں ہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ امیر نے اپنے شہر یا اپنے ملک کے تمام سناروں کو جمع کیا، کیونکہ اس طرح کے کلام سے عرفاً یہی سمجھا جاتا ہے۔

سوال (۳۴) ص (۸۳)

وَإِسْتِغْرَاقُ الْمُفْرَدِ سَوَاءٌ كَانَ بِحَرْفِ التَّعْرِيْفِ أَوْغَيْرِهٖ أَشْمَلُ مِنْ إِسْتِغْرَاقِ الْمُثَنّٰى وَالْمَجْمُوْعِ بِمَعْنٰى أَنَّهٗ يَتَنَاوَلُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنَ الْأَفْرَادِ وَالْمُثَنّٰى يَتَنَاوَلُ كُلَّ اثْنَيْنِ وَالْجَمْعُ يَتَنَاوَلُ كُلَّ جَمَاعَةٍ بِدَلِيْلِ صِحَّةِ لَارِجَالَ فِي الدَّارِ إِذَا كَانَ فِيْهَا رَجُلٌ أَوْرَجُلَانِ دُوْنَ لَارَجُلَ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب بیان کریں۔

(ج): استغراقِ معرف کے اشمل ہونے کو مثال سے سمجھائیے۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور استغراقِ مفرد خواہ حرف تعریف کے ذریعے ہو یا اس کے علاوہ کے ذریعے ہو مثنیٰ اور جمع کے استغراق کے مقابلے میں زیادہ شامل ہے بایں معنیٰ کہ وہ افراد میں سے ہر واحد کو شامل ہوتا ہے اور مثنیٰ ہر دو کو شامل ہوتا ہے اور جمع ہر جماعت کو شامل ہوتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جب گھر میں ایک یا دو مرد ہوں تو اس وقت لا رجال فی الدار تو صحیح ہے (لیکن) لا رجل صحیح نہیں ہے۔

(ب): مصنفؒ نے فرمایا ہے کہ اسمِ جنس مفرد جس پر (اداتِ استغراق داخل ہو اداتِ استغراق حرف تعریف ہو یا اس کے علاوہ ہو مثلاً نکرہ پر حرفِ نفی داخل ہو) تو اس اسم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جنس مفرد کا استغراق زیادہ عام اور افراد کو زیادہ شامل ہوگا، بہ نسبت اس مثنیٰ اور جمع کے استغراق کے جس پر ادوات استغراق داخل ہو، کیونکہ وہ جنس پر اداتِ استغراق داخل ہوتا ہے افراد میں سے ہر ہر فرد کو شامل ہوتا ہے کوئی فرد خارج نہیں ہوتا اور وہ مثنیٰ جس پر اداتِ استغراق داخل ہوتا ہے افراد میں سے ہر دو کو شامل ہوگا اور کسی لفظ کا دو کو شامل ہونا ایک کے خروج کے منافی نہیں ہے یعنی استغراقِ مثنیٰ دو کو تو شامل ہوگا مگر ایک کو شامل نہ ہوگا اسی طرح وہ جمع جس پر اداتِ استغراق داخل ہے وہ جماعت (دو سے زائد) کو تو شامل ہوگا مگر ایک اور دو کو شامل نہ ہوگا۔ پس استغراقِ مفرد چونکہ ہر ہر فرد کو شامل ہے کوئی فرد اس سے خارج نہیں ہے اور استغراق مثنیٰ سے ایک خارج ہے اور استغراقِ جمع سے ایک اور دو خارج ہے اس لئے استغراقِ مثنیٰ اور استغراقِ جمع کے مقابلہ میں استغراقِ مفرد میں عموم اور شمول زیادہ ہوگا، مثلاً لا رجال فی الدار اس وقت بھی ثابت ہوگا جب مکان میں ایک مرد ہو اور اس وقت بھی صادق ہوگا جب مکان میں دو مرد ہوں۔ اور لا رجلین فی الدار اس وقت صادق ہوگا جب مکان میں ایک مرد ہو لیکن مکان میں ایک مرد یا دو مرد ہونے کی صورت میں لا رجل فی الدار کہنا صحیح نہ ہوگا، بلکہ یہ اس وقت صحیح ہوگا جب مکان میں نہ ایک مرد ہو اور نہ ایک سے زائد مرد ہوں۔

(ج): مثال لا رجال فی الدار اس وقت بھی صادق ہوگا جب مکان میں ایک مرد ہو اور اس وقت بھی صادق ہوگا جب مکان میں دو مرد ہوں۔ اور لا رجلین فی الدار اس وقت صادق ہوگا جب مکان میں ایک مرد ہو۔ لیکن مکان میں ایک مرد یا دو مرد ہونے کی صورت میں لا رجل فی الدار کہنا صحیح نہ ہوگا، بلکہ یہ اس وقت صحیح ہوگا جب مکان میں نہ ایک مرد ہو اور نہ ایک سے زیادہ مرد ہوں۔ اِس مثال سے استغراقِ مفرد کا اشمل ہونا واضح اور ظاہر ہے۔

سوال (٣٥) ص (٨٦)

اَوِ التَّكْثِيْرِ كَقَوْلِهِمْ وَاِنَّ لَهٗ لَاِبِلًا وَاِنَّ لَهٗ لَغَنَمًا اَوِ التَّقْلِيْلِ نَحْوُ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَالْفَرْقُ بَيْنَ التَّعْظِيْمِ وَالتَّكْثِيْرِ اَنَّ التَّعْظِيْمَ بِحَسَبِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اِرْتِفَاعِ الشَّأْنِ وَعُلُوِّ الطَّبَقَةِ وَالتَّكْثِيرِ بِاعْتِبَارِ الْكَمِّيَّاتِ وَالْمَقَادِيرِ تَحْقِيقًا قَالَ وَقَدْ جَاءَ لِلتَّعْظِيمِ وَالتَّكْثِيرِ نَحْوُ وَإِنْ يُّكَذِّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ اَيْ ذُوْعَدَدٍ كَثِيرٍ هٰذَا نَاظِرٌ اِلَى التَّكْثِيرِ اَوْ ذُوْ آيَاتٍ عِظَامٍ هٰذَا نَاظِرٌ اِلَى التَّعْظِيمِ وَقَدْ يَكُونُ التَّحْقِيرَ وَالتَّقْلِيلِ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب بیان کریں۔

(ج): عبارت میں الفرق سے ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے آپ اعتراض و جواب دونوں کی وضاحت کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** یا (مسندالیہ کو نکرہ) تکثیر کے لئے لاتے ہیں جیسے ان کا قول اور اس کے پاس بہت اونٹ اور بہت سی بکریاں ہیں یا تقلیل کے لئے جیسے اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی خوشنودی بھی بہت بڑی ہے اور تعظیم اور تکثیر کے درمیان فرق یہ ہے کہ تعظیم علوّ شان اور بلندی رتبہ کے اعتبار سے ہوتی ہے، اور تکثیر کمیات اور مقادیر کے اعتبار سے ہوتی ہے، حقیقتاً مصنف نے کہا کہ تنکیر، تعظیم اور تکثیر دونوں کے لئے آتی ہے جیسے اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کریں تو آپ سے پہلے بہت سے لوگوں کی تکذیب کی جا چکی، یہ معنیٰ تکثیر کے لحاظ سے ہے یا بڑی بڑی نشانیوں والوں کی تکذیب کی جا چکی ہے، یہ معنیٰ تعظیم کے اعتبار سے ہیں اور کبھی تحقیر و تقلیل دونوں کے لئے ہوتی ہے۔

(ب): مصنفؒ نے فرمایا کہ کبھی مسندالیہ کو نکرہ لایا جاتا ہے تکثیر کے لئے جیسے عرب کا قول ہے: وإنّ له لإبلًا، وإنّ له لغنمًا۔ اِس مثال میں إبلا اور غنمًا إنّ کا اسم ہونے کی وجہ سے مسندالیہ ہیں، اور نکرہ ہیں، دونوں جگہ تنکیر مفید تکثیر ہے۔

(ج): اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ تعظیم اور تحقیر کے ذکر کے بعد تکثیر اور تقلیل کو ذکر کرنے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کی کیا ضرورت تھی؛ کیونکہ تکثیر ہی کا دوسرا نام تعظیم ہے اور تقلیل کا دوسرا نام تحقیر ہے پس تعظیم کے بعد تکثیر کا ذکر اور تحقیر کے بعد تقلیل کا ذکر خواہ مخواہ کا تکرار ہے جو فصاحت کے منافی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تعظیم اور تکثیر دونوں ایک نہیں ہے، بلکہ دونوں میں فرق ہے، اِس طور پر کہ تعظیم کیفیات کے قبیل سے ہے، چنانچہ تعظیم، علوّ شان اور بلندیٔ رتبہ کے اعتبار سے ہوتی ہے اور تکثیر کمیات اور مقادیر کے قبیل سے ہے۔ اور یہی فرق تحقیر اور تقلیل میں ہے یعنی تحقیر کیفیات کے قبیل سے ہے اور تقلیل کمیات کے قبیل سے ہے، اسی فرق کی طرف اشارہ کرنے کے لئے مصنف فرمایا ہے کہ تنکیر، تعظیم اور تکثیر کے لئے آتی ہے۔

سوال (٣٦) ص (٨٨)

شِعْرٌ اَلْأَلْمَعِيُّ الَّذِیْ يَظُنُّ بِكَ الظَّنَّ ❁ كَانَ قَدْ رَأٰى وَقَدْ سَمِعَا فَالْأَلْمَعِيُّ مَعْنَاهُ الذَّكِيُّ الْمُتَوَقِّدُ وَالْوَصْفُ بَعْدَهٗ مِمَّا يَكْشِفُ مَعْنَاهُ وَيُوْضِحُهٗ لٰكِنَّهٗ لَيْسَ بِمُسْنَدٍ إِلَيْهِ لِأَنَّهٗ إِمَّا مَرْفُوْعٌ عَلٰى أَنَّهٗ خَبَرُ إِنَّ فِي الْبَيْتِ السَّابِقِ أَعْنِیْ قَوْلَهٗ، شِعْرٌ: إِنَّ الَّذِیْ جَمَعَ السَّمَاحَةَ ❁ وَالنَّجْدَةَ وَالْبِرَّ وَالتُّقٰى جَمْعًا۔ أَوْ مَنْصُوْبٌ عَلٰى أَنَّهٗ صِفَةٌ لِاِسْمِ إِنَّ أَوْ بِتَقْدِيْرِ أَعْنِیْ

(الف): عبارت پر اعراب لگا کر سلیس ترجمہ کریں۔

(ب): ممثل لہٗ متعین کرتے ہوئے مطلب لکھیں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ**: شعر: وہ روشن دماغ جس کا گمان تیرے بارے میں ایسا ہے گویا اس نے خود دیکھا اور سنا ہے۔ پس المعی کے معنیٰ ہیں ذہین اور روشن کے اور وصف اس کے بعد ہے جو اس کے معنیٰ کو کھولتا ہے اور اس کی وضاحت کرتا ہے، لیکن وہ مسند الیہ نہیں ہے اس لئے کہ یا تو وہ اس بنا پر مرفوع ہے کہ اس إنّ کی خبر ہے جو بیت سابق میں ہے یعنی اس کا قول ۔ وہ ذات جس نے سخاوت، شجاعت،

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

نیکی اور پرہیز گاری کو جمع کیا ہے یا اس بنا پر منصوب ہے کہ وہ إنّ کے اسم کی صفت ہے یا اعنی کے مقدر ہونے کی وجہ سے۔
(ب): ممثل لہ: مسند الیہ کا وصف لانا ہے۔

مطلب:

الالمعی الذی یظن بك الظن ❁ کان قد رأی وقد سمعا

المعی کے معنیٰ ذکی اور روشن دماغ کے ہیں اور اس کے بعد آنے والا وصف یعنی الذی یظن بک الظن الخ اس کے معنیٰ کی توضیح کرتا ہے۔ یعنی ذکی اور روشن دماغ وہ شخص ہے جس کا گمان بھی تیرے متعلق ایسا ہے گویا اس نے خود دیکھا اور سنا ہے اور المعی ترکیب میں مسند الیہ نہیں ہے، بلکہ وہ یا تو اس انّ کی خبر ہے جو بیت سابق میں ہے۔ بیت سابق یہ ہے: إنّ الذی جمع السماحة ❁ والنجدة والبر والتقی جمعا۔ یعنی وہ شخص جس نے سخاوت، شجاعت، نیکی اور پرہیز گاری کو جمع کیا ہے ذہین ہے، جس کا گمان بھی تیرے بارے میں ایسا ہے گویا اس نے خود دیکھا اور سنا ہے یا المعی إنّ کے اسم کی صفت واقع ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یا اعنی مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔
الحاصل: المعی، مرفوع ہو یا منصوب ترکیب میں مسند الیہ نہیں ہے۔

سوال (۳۷) ص (۹۰)

وَأَمَّا بَيَانُهٗ اَیْ تَعْقِيْبُ الْمُسْنَدِ إِلَيْهِ بِعَطْفِ الْبَيَانِ فَلِإِيْضَاحِهٖ بِاِسْمٍ مُخْتَصٍّ بِهٖ نَحْوُ قَدِمَ صَدِيْقُكَ خَالِدٌ وَلَايَلْزَمُ أَنْ يَكُوْنَ الثَّانِيْ أَوْضَحَ لِجَوَازِ أَنْ يَحْصُلَ الْإِيْضَاحُ مِنْ إِجْتِمَاعِهِمَا وَقَدْيَكُوْنُ عَطْفُ الْبَيَانِ بِغَيْرِ اِسْمٍ مُخْتَصٍّ بِهٖ كَقَوْلِهٖ وَالْمُؤْمِنِ الْعَائِذَاتِ الطَّيْرِ يَمْسَحُهَا
(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔
(ب): مطلب لکھتے ہوئے شعر کو ممثل لہ پر منطبق کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور بہرحال مسند الیہ کے بعد عطف بیان لانا ایسے اسم کے ساتھ جو اسم مسند الیہ کے ساتھ مختص ہو واضح کرنے کے لئے ہوتا ہے جیسے تیرا دوست خالد آیا اور ثانی کا زیادہ واضح ہونا ضروری نہیں ہے، کیونکہ وضاحت کا حاصل ہونا دونوں کے اجتماع سے ممکن ہے اور کبھی عطف بیان اسم مختص بہ کے علاوہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول اس ذات کی قسم جو امن دینے والی ہے پناہ چاہنے والوں کو یعنی پرندوں کو جو چھوٹے ہیں۔

(ب): **تشریح:** مصنفؒ نے فرمایا ہے کہ مسند الیہ کی ایک حالت یہ ہے کہ اس کے بعد عطفِ بیان لایا جائے اور مسند الیہ کے لئے عطف بیان اس وقت لایا جاتا ہے جبکہ مسند الیہ کی ایسے اسم کے ساتھ وضاحت کرنا اور غیر کے احتمال کو رفع کرنا مقصود ہو جو اسم مسند الیہ کے ساتھ مختص ہو، جیسے: **قدم صدیقک خالد** تیرا دوست خالد آیا۔ اس مثال میں خالد کے ذریعہ صدیق کی وضاحت کی گئی ہے، اِس طور پر کہ مخاطب کے دوست بہت سے ہو سکتے ہیں، معلوم نہیں کونسا دوست آیا، مگر جب عطف بیان یعنی خالد کا ذکر کر دیا گیا تو خالد کے علاوہ دوسروں کا احتمال ختم ہو گیا اور صدیق کی وضاحت ہو گئی۔

ولا یلزم سے شارح نے مصنف پر دو اعتراض کئے ہیں۔ پہلا اعتراض: تو یہ ہے کہ مصنف کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عطفِ بیان کا مسند الیہ سے اوضح ہونا ضروری ہے، کیونکہ مصنف نے فرمایا ہے کہ عطف بیان مسند الیہ کی وضاحت کے لئے آتا ہے اور عطف سے مسند الیہ کی وضاحت اسی وقت ہوگی جبکہ مسند الیہ عطف بیان کی بہ نسبت غیر اوضح ہو اور عطفِ بیان اوضح ہو۔ حالانکہ عطفِ بیان کا اوضح ہونا ضروری نہیں ہے، کیونکہ ایسا بھی ممکن ہے کہ مسند الیہ اور عطفِ بیان دونوں کے مجموعہ سے وضاحت حاصل ہو صرف عطفِ بیان ایضاح کے لئے کافی نہ ہو، زید نام کے بہت سے لوگ ہیں مگر ان میں ابو عبداللہ ایک ہی کی کنیت ہے اور ابو عبداللہ بہت سے لوگوں کی کنیت ہے مگر ان میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

زید نام کا ایک ہی شخص ہے پس ایسی صورت میں اگر جاء زید کہا جائے تو بھی خفاء رہے گا، اِس لئے کہ معلوم نہیں کونسا زید آیا اور اگر جاء ابو عبداللہ کہا جائے تب بھی خفاء رہے گا، کیونکہ معلوم نہیں کہ کونسا ابوعبداللہ آیا اور اگر جاء زید ابو عبداللہ کہا جائے تو ان دونوں کے مجموعہ سے خفاء دُور ہوجائے گا اور یہ واضح ہوجائے گا کہ وہ شخص آیا جس کا نام زید اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مصنف نے کہا ہے کہ عطفِ بیان اسمِ مختص بہ کے ساتھ آتا ہے یعنی عطفِ بیان ایسا اسم ہوگا جو اوّل کے ساتھ مختص ہو حالانکہ یہ غلط ہے، کیونکہ کبھی عطفِ بیان غیر اسمِ مختص کے ساتھ بھی ہوتا ہے یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو اسم عطف بیان ہے وہ اوّل کے ساتھ مختص نہیں ہوتا ہے جیسے: "والمؤمن العائذات الطیر یمسحها" اس شعر میں الطیر عائذات کا عطف بیان ہے، مگر طیر، عائذات کے ساتھ مختص نہیں ہے، کیونکہ پرندے پناہ چاہتے بھی ہیں اور نہیں بھی چاہتے، جیسا کہ پناہ چاہنے والے پرندے بھی ہوتے ہیں اور پرندوں کے علاوہ بھی۔ یہ خیال رہے کہ اس شعر میں عائذات مسندالیہ نہیں ہے، بلکہ مومن اسم فاعل کا مفعول بہ ہے۔ اِس مثال سے صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ عطفِ بیان کبھی اوّل کے ساتھ مختص نہیں ہوتا ہے، اوّل مسندالیہ ہو یا غیر مسندالیہ ہو۔ ان دونوں اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مصنف کا کلام غالب پر مبنی ہے یعنی مصنف نے جو کچھ کہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر ایسا ہوگا اگر کبھی کبھار اس کے خلاف ہوجائے تو یہ مصنف کے کلام کے معارض نہ ہوگا۔

"والمؤمن العائذات الطیر یمسحها" اس شعر سے صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ عطفِ بیان کبھی اوّل کے ساتھ مختص نہیں ہوتا ہے، اوّل مسندالیہ ہو یا غیر مسندالیہ ہو۔ اور یہ اس طرح منطبق ہورہا ہے کہ اس شعر میں الطیر عائذات کا عطف بیان ہے اور طیر عائذات مختص نہیں ہے، کیونکہ، پرندے پناہ چاہتے بھی ہیں اور نہیں بھی چاہتے، جیسا کہ پناہ چاہنے والے پرندے بھی ہوتے ہیں اور پرندے کے علاوہ بھی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال (۳۸) ص (۹۲)

وَأَمَّا الْعَطْفُ فَلِتَفْصِيلِ الْمُسْنَدِ إِلَيْهِ مَعَ إِخْتِصَارٍ نَحْوُ جَاءَنِي زَيْدٌ وَعَمْرٌو فَإِنَّ فِيهِ تَفْصِيلًا لِلْفَاعِلِ بِأَنَّهُ زَيْدٌ وَعَمْرٌو مِنْ غَيْرِ دَلَالَةٍ عَلَى تَفْصِيلِ الْفِعْلِ بِأَنَّ الْمَجِيئَيْنِ كَانَ مَعًا أَوْ مُتَرَتِّبَيْنِ مَعَ مُهْلَةٍ أَوْبِلَا مُهْلَةٍ وَاحْتَرَزَ بِقَوْلِهِ مَعَ إِخْتِصَارٍ عَنْ نَحْوِ جَاءَنِي زَيْدٌ وَجَاءَنِي عَمْرٌو فَإِنَّ فِيهِ تَفْصِيلًا لِلْمُسْنَدِ إِلَيْهِ مَعَ أَنَّهُ لَيْسَ مِنْ عَطْفِ الْمُسْنَدِ إِلَيْهِ بَلْ مِنْ عَطْفِ الْجُمْلَةِ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): یہ عبارت کس بیان کی ہے؟ واضح کریں۔

(ج): عبارت کی تسلی بخش تشریح کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور بہر حال عطف تو وہ مسندالیہ کی تفصیل کے لئے ہے اختصار کے ساتھ جیسے: جاءنی زید و عمرو کیونکہ اس میں فاعل کی تفصیل ہے، اس طور پر کہ وہ زید اور عمرو ہے بغیر دلالت کے فعل کی تفصیل پر بایں طور کہ دونوں کا آنا ساتھ ساتھ ہوا یا ترتیب وار مہلت کے ساتھ یا بغیر مہلت کے اور مصنف نے اپنے قول مع اختصار سے جاءنی زید و جاءنی عمرو جیسے سے احتراز کیا ہے کیونکہ اس میں مسندالیہ کی تفصیل ہے باوجودیکہ یہ عطف مسندالیہ کے قبیل سے نہیں ہے، بلکہ یہ عطف جملہ کے قبیل سے ہے۔

(ب): یہ بیان احوالِ مسندالیہ کا ہے انہیں میں سے ایک حالت عطف ہے۔

(ج): یعنی کسی چیز کو مسندالیہ پر معطوف کرنا۔ اور مسندالیہ پر عطف اس لئے کرتے ہیں تاکہ کلام میں اختصار کے ساتھ ساتھ مسندالیہ کی تفصیل ہو جائے یعنی مسندالیہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

پر عطف کی علت دو چیزوں کا مجموعہ ہے ایک مسندالیہ کی تفصیل، دوم کلام میں اختصار جیسے: جاءنی زید و عمرو۔ میرے پاس زید اور عمرو آئے اس میں فاعل یعنی مسندالیہ کی تفصیل مقصود ہے کہ وہ زید بھی ہے اور عمرو بھی ہے اور اس میں فعل یعنی مسند کی تفصیل پر کوئی دلالت نہیں ہے کہ وہ دونوں ایک ساتھ آئے یا ترتیب وار آئے، تراخی کے ساتھ آئے یا بغیر تراخی کے آئے۔ شارح فرماتے ہیں کہ مصنفؒ نے مع اختصار کی قید لگا کر جاءنی زید و جاءنی عمرو سے احتراز کیا ہے، اس طور پر کہ اس صورت میں اگرچہ مسندالیہ کی تفصیل ہے، لیکن تکرار عامل کی وجہ سے کلام میں اختصار نہیں ہے، حالانکہ عطف علی المسندالیہ کی علت تفصیل مسندالیہ اور اختصار دونوں کا مجموعہ ہے اس کے علاوہ اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ مثال عطف علی المسندالیہ کے قبیل سے نہیں ہے، بلکہ عطف علی الجملہ کے قبیل سے ہے، حالانکہ ہمارا کلام عطف علی المسندالیہ میں ہے نہ کہ عطف جملہ علی الجملہ میں۔

سوال (۳۹) ص (۹۵)

وَاَمَّا الْفَصْلُ اَیْ تَعْقِیْبُ الْمُسْنَدِ إِلَیْهِ بِضَمِیْرِ الْفَصْلِ وَإِنَّمَا جَعَلَهٗ مِنْ أَحْوَالِ الْمُسْنَدِ إِلَیْهِ لِأَنَّهٗ یَقْتَرِنُ بِهٖ أَوَّلًا وَلِأَنَّهٗ فِی الْمَعْنٰی عِبَارَةٌ عَنْهُ وَفِی اللَّفْظِ مُطَابِقٌ لَهٗ فَلِتَخْصِیْصِهٖ اَیِ الْمُسْنَدِ إِلَیْهِ بِالْمُسْنَدِ یَعْنِیْ لِقَصْرِ الْمُسْنَدِ عَلَی الْمُسْنَدِ إِلَیْهِ لِأَنَّ مَعْنٰی قَوْلِنَا زَیْدٌ هُوَ الْقَائِمُ أَنَّ الْقِیَامَ مَقْصُوْدٌ عَلٰی زَیْدٍ لَا یَتَجَاوَزُ إِلٰی عَمْرٍو

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): إنما جعله سے ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے، آپ سوال و جواب دونوں کی وضاحت کریں۔

الجواب:

(ب): **ترجمہ:** اور بہرحال فصل یعنی مسندالیہ کے بعد ضمیر فصل لانا، اور بنایا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اس کو احوال مسند الیہ میں سے اس لئے کہ وہ مسند الیہ کے ساتھ اولاً مقترن ہوتی ہے اور اس لئے کہ ضمیر فصل معنی میں مسند الیہ ہی سے عبارت ہے اور لفظوں میں اس کے مطابق ہوتی ہے پس مسند الیہ کو خاص کرنے کے لئے ہے مسند کے ساتھ یعنی مسند کو مسند الیہ پر منحصر کرنے کے لئے کیونکہ ہمارے قول: زید ھو القائم کے معنیٰ یہ ہیں کہ قیام، زید پر منحصر ہے عمر تک متجاز نہیں ہوگا۔

(ب): سوال یہ ہے کہ ضمیر فصل مسند الیہ اور مسند کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے دونوں کے ساتھ مقترن اور ملصق ہوتی ہے یعنی دونوں کے ساتھ اس کا تعلق یکساں ہوتا ہے، لہٰذا ضمیر فصل کو احوال مسند الیہ میں شمار کیوں کیا گیا ہے اور احوالِ مسند میں کیوں شمار نہیں کیا گیا۔

جواب یہ ہے کہ ضمیر فصل بلاشبہ مسند الیہ اور مسند دونوں کے ساتھ مقترن ہوتی ہے، لیکن مسند الیہ کے ساتھ اوّلاً مقترن ہوتی ہے اور مسند کے ساتھ ثانیاً مقترن ہوتی ہے، کیونکہ اِس طرح کے کلام میں اوّلاً مسند الیہ کو ذکر کیا جاتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے: "زید" پھر ثانیاً ضمیر فصل کو ذکر کیا جاتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے: "ھو" پھر ثالثاً مسند کو ذکر کیا جاتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے: "القائم" پس ضمیر فصل کا مسند الیہ کے ساتھ اقتران چونکہ اوّلاً ہوتا ہے اور مسند کے ساتھ ثانیاً ہوتا ہے اس لئے ضمیر فصل کو احوالِ مسند الیہ میں ذکر کیا گیا ہے، نہ کہ احوالِ مسند میں۔

اِس کا ایک اور جواب یہ دیا گیا ہے کہ ضمیر فصل سے معنیٰ مسند الیہ ہی مراد ہوتا ہے، چنانچہ زید ھو قائم ھو سے نفس زید ہی مراد ہے۔ پس ضمیر فصل سے چونکہ معنیٰ مسند الیہ مراد ہے نہ کہ مسند، اِس لئے ضمیر فصل کو احوالِ مسند الیہ میں ذکر کیا گیا نہ کہ احوالِ مسند میں۔

سوال (۴۰) ص (۹۷)

قَالَ عَبْدُ الْقَاهِرِ وَقَدْ يُقَدَّمُ الْمُسْنَدُ إِلَيْهِ لِيُفِيْدَ التَّقْدِيْمُ تَخْصِيْصَهٗ بِالْخَبَرِ الْفِعْلِيِّ اَیْ قَصْرُ الْخَبَرِ الْفِعْلِيِّ عَلَيْهِ إِنْ وَلِيَ الْمُسْنَدُ إِلَيْهِ حَرْفُ النَّفْيِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اَیْ وَقَعَ بَعْدَهَا بِلَا فَصْلٍ نَحْوُ مَا أَنَا قُلْتُ هٰذَا اَیْ لَمْ أَقُلْهُ مَعَ أَنَّهُ مَقُوْلٌ لِغَيْرِیْ فَالتَّقْدِيْمُ يُفِيْدُ نَفْيَ الْفِعْلِ عَنِ الْمُتَكَلِّمِ وَثُبُوْتَهُ لِغَيْرِهِ عَلَى الْوَجْهِ نُفِيَ عَنْهُ مِنَ الْعُمُوْمِ وَالْخُصُوْصِ وَلَا يَلْزَمُ ثُبُوْتُهُ لِجَمِيْعِ مَنْ سِوَاكَ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب بیان کریں۔

(ج): ولا یلزم سے کس وہم کو دور کیا گیا ہے آپ اس کی وضاحت کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** شیخ عبدالقاہر نے کہا اور کبھی مسندالیہ کو مقدم کیا جاتا ہے تاکہ تقدیم مسندالیہ فائدہ دے اس کی تخصیص کا خبر فعلی کے ساتھ یعنی خبرِ فعلی کو اس پر منحصر کرنے کا اگر مسندالیہ حرفِ نفی سے متصل ہو یعنی حرفِ نفی کے بعد بلا فصل واقع ہو جیسے ماانا قلت ھذا یعنی میں نے تو یہ نہیں کہا باوجودیکہ میرے علاوہ کا کہا ہوا ہے پس تقدیم، متکلم سے فعل کی نفی کا فائدہ دیتی ہے اور غیر متکلم کے لئے فعل کے ثبوت کا فائدہ دیتی ہے اِس طریقہ پر جس طریقہ پر متکلم سے نفی کی گئی ہے عموم اور خصوص کے لحاظ سے اور تیرے علاوہ تمام کے لئے فعل کا ثبوت لازم نہیں آتا ہے۔

(ب): عبدالقاہر: اس سے پہلے قال فعل متن میں نہیں ہے بلکہ شارح نے اس فعل کو مقدر مان کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ عبدالقاہر فعلِ محذوف کا فاعل ہے۔ یہاں سے مصنفؒ ایک مستقل مضمون بیان کر رہے ہیں، وہ یہ ہے کہ مسندالیہ حرفِ نفی کے بعد اگر بلا فصل واقع ہو تو اس کو مسند پر مقدم کرتے ہیں اور اس فعل کی نفی صرف مسندالیہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ مسند کے حق میں فعل ثابت ہوتا ہے۔

بہر حال عبدالقاہر کے اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ کبھی مسندالیہ کو اس لئے مقدم کیا جاتا ہے تاکہ مسندالیہ کی یہ تقدیم خبرِ فعلی کے ساتھ مسندالیہ کی تخصیص پر دلالت کرے یعنی اس بات پر دلالت کرے کہ خبرِ فعلی، مسندالیہ پر منحصر ہے۔ شارح کی ذکر کردہ بلا فصل کی قید سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسند الیہ اگر بلا فصل حرف نفی کے بعد واقع ہوگا تو تقدیم، تخصیص کا فائدہ دے گی ورنہ نہیں، حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسند الیہ اور حرفِ نفی کے درمیان اگر فعل کے کسی معمول کے ساتھ فصل ہوگیا تو بھی تقدیم مسند الیہ تخصیص کا فائدہ دیتی ہے، جیسے: مازیداً انا ضربت اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بلا فصل کی قید، قید کے طور پر مذکور نہیں ہے۔ بلکہ صورت یہ ہے کہ ولی جس کے معنیٰ اتصال کے ہیں اس کی دو حقیقتیں ہیں: (۱) اصطلاحی (۲) لغوی۔ اِس کی حقیقتِ اصطلاحیہ میں یہ قید معتبر ہوتی ہے لیکن حقیقتِ لغویہ میں معتبر نہیں ہوتی ہے، بلکہ ولی لغۃً فاصل کے ساتھ وہی صادق آتا ہے پس یہاں شارح نے بلا فصل کی قید ولی کی حقیقتِ اصطلاحیہ کا اعتبار کرتے ہوئے ذکر کردی ہے اور یہاں ولی کی حقیقتِ لغویہ مراد ہے جس میں بلا فصل کی قید معتبر نہیں ہے۔

(ج): وہم کا خلاصہ یہ ہے کہ تخصیص اور قصر کی تصریح کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ جس فعل سے متکلم کی نفی کی جائے گی اسی فعل کو غیر متکلم کے لئے ثابت کیا جائے گا اور غیر متکلم میں متکلم کے علاوہ دنیا کے سارے افراد داخل ہیں، لہٰذا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس فعل کی متکلم سے نفی کی گئی ہے اس فعل کو متکلم کے علاوہ دنیا کے سارے افراد کے لئے ثابت کیا گیا ہے، حالانکہ یہ بات بداہۃً باطل ہے، کیونکہ یہ بات ناممکن ہے کہ ایک ہی فعل دنیا کے سارے افراد کے لئے ثابت ہو اسی وہم کو دُور کرنے کے لئے شارح نے فرمایا ہے کہ غیر متکلم کے لئے فعل کے ثبوت سے یہ لازم نہیں آتا ہے، کیونکہ قصر کی دو قسمیں ہیں: (۱) حقیقی (۲) اضافی، پس شیخ کے کلام میں قصرِ اضافی مراد ہے نہ کہ حقیقی۔

سوال (۴۱) ص (۱۰۰)

وَقَدْ يَأْتِيْ لِتَقْوِيَةِ الْحُكْمِ وَتَقْرِيْرِهٖ فِيْ ذِهْنِ السَّامِعِ نَحْوُ هُوَ يُعْطِي الْجَزِيْلَ وَكَذَا إِذَا كَانَ الْفِعْلُ مَنْفِيًّا فَقَدْ يَأْتِي التَّقْدِيْمُ لِلتَّخْصِيْصِ وَقَدْ يَأْتِيْ لِلتَّقْوِيْ فَالْأَوَّلُ نَحْوُ أَنْتَ مَاسَعَيْتَ فِيْ حَاجَتِيْ وَالثَّانِيْ نَحْوُ أَنْتَ لَاتَكْذِبُ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔
(ب): مطلب بیان کریں۔
(ج): تقدیم مسند الیہ کن وجہوں سے ہوتی ہے مختصر ذکر کریں مع امثلہ۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور کبھی (مسند الیہ کی تقدیم) حکم کی تقویت کے لئے آتی ہے اور اس کو سامع کے ذہن میں ثابت کرنے کے لئے جیسے: "هو يعطى الجزيل" اسی طرح جب فعل منفی ہو تو بھی تقدیم تخصیص کے لئے آتی ہے اور کبھی تقویت کے لئے پس پہلے کی مثال "انت ماسعيت فى حاجتى" ہے دوسرے کی مثال "انت لاتكذب" ہے۔

(ب): مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اگر مسند الیہ اگر حرفِ نفی سے متصل نہ ہو تو مسند الیہ کی تقدیم کبھی سامع کے ذہن میں حکم کو قوی اور ثابت کرنے کے لئے آتی ہے، تخصیص کے لئے نہیں آتی، مثلاً هو يعطى الجزيل وہی بہت بخشش کرتا ہے اِس مثال میں عطاء جزیل کی تحقیق اور تقریر مقصود اس طور پر ہے کہ جب هو کہا تو هو نے مبتدا ہونے کی وجہ سے خبر کو طلب کیا پھر جب اس کے بعد يعطى فعل ذکر کیا تو اس فعل اعطاء کی اسناد هو مبتدا کی طرف ہوئی اور اعطاء فعل، هو مبتدا کے لئے ثابت ہو گیا اور فعل يعطى چونکہ اس ضمیر پر مشتمل ہے جس کا مرجع مبتدا ہے اور یہ فعل اس ضمیر کی طرف مسند ہے تو فعل اعطاء مبتدا کی طرف دوبار مسند ہوا اور فعل اعطاء مبتدا کے لئے دوبار ثابت ہوا پس یہ کلام ایسا ہو گیا جیسا کہ کوئی یوں کہے: "يعطى زيد الجزيل، يعطى زيد الجزيل" اور اسناد کا مکرر ہونا اور کسی حکم کا دوبار ثابت ہونا اسی کا نام تقوّی حکم اور تقریر حکم ہے، لہٰذا مذکورہ مثال میں تقدیمِ مسند الیہ تقوی حکم اور تقریر حکم کے لئے ہوگی۔
اِسی طرح جب فعل منفی ہو تو مسند الیہ کی تقدیم کبھی تخصیص کے لئے آتی ہے اور کبھی تقوی حکم اور تقریر حکم کے لئے آتی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج): مسند الیہ کی تقدیم کبھی تو اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اس کا ذکر اہم ہے اور اس کا اہم ہونا یا تو اس لئے ہے کہ تقدیم مسند الیہ اصل ہے اور عدول کا کوئی مقتضی نہیں ہے یا اس وجہ سے ہے کہ متکلم سامع کے ذہن میں خبر کو خوب راسخ کرنا چاہتا ہے "والذی حارت البریة فیه" یہاں جب متکلم نے کہا کہ وہ چیز جس نے مخلوق کو حیران کر دیا تو دل میں شوق پیدا ہوا کہ حیران کرنے والی کیا چیز ہے جب شوق کے بعد خبر آئے گی تو راسخ ہو جائے گی۔

(۲) مسند الیہ کو کبھی مقدم کرتے ہیں کہ سامع کو جلد سرور حاصل ہو اور سامع اس سے نیک فال مراد لے، مثلاً متکلم کہے: "سعد فی دارک" یہاں سعد کے معنیٰ سعادت مند اور خوش نصیب کے ہیں، جب سامع اس کو سنے گا تو نیک فال مراد لے گا اور خوش ہوگا۔

(۳) مسند الیہ کو کبھی مقدم کرتے ہیں تاکہ سامع کو جلد مغموم کیا جا سکے اور اس سے بدشگونی لے جیسے: "السفاح فی دار حبیبک" یہاں السفاح کے معنیٰ خونریزی کے ہیں۔

سوال (۴۲) ص (۱۰۸)

قِيْلَ وَقَدْ يُقَدَّمُ الْمُسْنَدُ إِلَيْهِ الْمُسَوَّرُ بِكُلِّ عَلَى الْمُسْنَدِ الْمَقْرُوْنِ بِحَرْفِ النَّفْيِ لِأَنَّهُ أَيِ التَّقْدِيْمَ دَالٌّ عَلَى الْعُمُوْمِ أَيْ عَلَى نَفْيِ الْحُكْمِ عَنْ كُلِّ فَرْدٍ نَحْوُ كُلِّ إِنْسَانٍ لَمْ يَقُمْ فَإِنَّهُ يُفِيْدُ نَفْيَ الْقِيَامِ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْ أَفْرَادِ الْإِنْسَانِ بِخِلَافِ مَالَوْ أُخِرَّ نَحْوُ لَمْ يَقُمْ كُلُّ إِنْسَانٍ فَإِنَّهُ يُفِيْدُ نَفْيَ الْحُكْمِ عَنْ جُمْلَةِ الْأَفْرَادِ لَا عَنْ كُلِّ فَرْدٍ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب بیان کریں۔

(ج): "مسور" کس کو کہتے ہیں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور کہا گیا ہے کہ کبھی اس مسند الیہ کو جس پر کلمہ کل، سور، داخل ہو اس مسند پر مقدم کیا جاتا ہے جو مسند حرفِ نفی کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ تقدیم عموم پر دلالت کرتی ہے یعنی ہر ہر فرد سے حکم کی نفی پر دلالت کرت ہے جیسے: کل انسان لم یقم" کہ یہ افراد انسان میں سے ہر فرد سے قیام کی نفی کا فائدہ دیتا ہے برخلاف اس کے کہ اگر مسند الیہ کو مؤخر کر دیا گیا ہو جیسے "لم یقم کل انسان" کہ یہ مجموعہ افراد سے نفی کے حکم کا فائدہ دیتا ہے نہ کہ ہر ہر فرد سے۔

(ب): مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ابن مالک وغیرہ بعض لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ اگر دو شرطیں موجود ہوں تو مسند الیہ کا مقدم کرنا واجب ہوگا۔ (۱) مسند الیہ پر حرف سور کل داخل ہو۔ (۲) مسند حرف نفی کے ساتھ مقترن ہو اگر دونوں شرطوں میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی جائے تو مسند الیہ کو مقدم کرنا واجب نہ ہوگا۔ بہر حال اگر یہ تمام شرطیں موجود ہوں اور متکلم کا مقصود عموم نفی، شمول نفی اور عمومِ سلب کا فائدہ پہنچانا ہو تو ایسی صورت میں مسند الیہ کا مقدم کرنا واجب ہے، کیونکہ مؤخر کرنے کی صورت میں متکلم کا مقصود حاصل نہ ہوگا۔ الحاصل مذکورہ شرطوں کے ساتھ مسند الیہ کی تقدیم عمومِ سلب اور شمولِ نفی کا فائدہ دیتی ہے اور تاخیر سلب عموم اور نفی شمول کا فائدہ دیتی ہے۔

(ج): **مسور:** مسور اس کو کہتے ہیں جس پر سور داخل ہو اور سور اس لفظ کو کہتے ہیں جو افراد کی کمیت اور تعداد پر دلالت کرتا ہو۔

سوال (۴۳) ص (۱۱۳)

وَقَالَ عَبْدُ الْقَاهِرِ اِنْ كَانَتْ كَلِمَةُ كُلٌّ دَاخِلَةً فِيْ حَيِّزِ النَّفْيِ بِاَنْ اُخِّرَتْ عَنْ اَدَاتِهٖ سَوَاءٌ كَانَتْ مَعْمُوْلَةً لِاَدَاةِ النَّفْيِ اَوْلَا وَسَوَاءٌ كَانَ الْخَبَرُ فِعْلًا نَحْوُ مَا كُلُّ يَتَمَنَّى الْمَرْءُ يُدْرِكُهٗ تَجْرِى الرِّيَاحُ بِمَا لَا تَشْتَهِي السُّفُنُ اَوْغَيْرَ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

فِعْلٍ نَحْوُ قَوْلِكَ مَاكُلُّ مُتَمَنَّى الْمَرْءِ حَاصِلًا تَوَجَّهَ النَّفْيُ إِلَى الشُّمُوْلِ خَاصَّةً لَا إِلَى أَصْلِ الْفِعْلِ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): عبارت کی تسلی بخش تشریح کریں۔

(ج): معمولة سے مصنفؒ کیا کہنا چاہتے ہیں واضح کریں؟

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** شیخ عبدالقاہر نے کہا کہا گر کلمہ "کل" نفی کے تحت واقع ہو بایں طور کہ اس کو اداۃِ نفی سے مؤخر کر دیا گیا ہو خواہ اداۃِ نفی کا معمول ہو یا نہ ہو خواہ خبر فعل ہو جیسا کہ شاعر کہتا ہے ہر وہ چیز جس کی انسان تمنا کرے نہیں اسکو پا سکتا کیونکہ ہوائیں کشتی کے غیر موافق چلتی ہیں یا غیر فعل ہو جیسے تمہارا قول ما کل متمنی المرء حاصلاً تو نفی خاص طور پر شمول کی طرف متوجہ ہوگی نہ کہ اصل فعل کی طرف۔

(ب): **مطلب:** مصنفؒ فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالقاہر نے کہا کہ لفظ کل اگر نفی کے حیز میں ہو یعنی لفظ کل کو اداتِ نفی سے مؤخر کر دیا گیا ہو خواہ وہ اداتِ نفی کا معمول ہو یا معمول نہ ہو اور خبر فعل ہو یا غیر فعل ہو اور وہ یا فعل منفی کا معمول ہو تو ان تمام صورتوں میں اصل فعل کی نفی نہ ہوگی بلکہ نفی بالخصوص شمول کی طرف متوجہ ہوگی اور کلام اِس بات کو مفید ہوگا کہ فعل یا وصف کل کے مضاف الیہ کے بعض کے لئے ثابت ہے یا اِس بات کو مفید ہوگا کہ فعل یا وصف کا تعلق بعض سے ہے۔

(ج): معمولة بظاہر داخلة پر معطوف ہے اور مطلب یہ ہے کہ کلمہ کل اگر حیز نفی میں داخل ہو یا فعل منفی کا معمول ہو تو ان دونوں صورتوں میں نفی شمول کی طرف متوجہ ہوگی، لیکن یہ درست نہیں ہے، کیونکہ دخول فی حیز النفی اس کو بھی شامل ہے اِس طور پر کہ جب کلمۂ کل حیزِ نفی میں داخل ہوگا تو وہ فعل منفی کا معمول بھی ہوگا، اِسی طرح معمولة کا عطف

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اخرت پر کیا گیا اور یہ مطلب بیان کیا گیا کہ اگر کلمہ کل حیز نفی میں داخل ہو بایں طور کہ اس کو اداتِ نفی سے مؤخر کیا گیا ہو یا اس کو فعلِ منفی کا معمول بنا دیا گیا تو نفی شمول کی طرف متوجہ ہوگی یہ بھی درست نہ ہوگا کیونکہ کلمۂ کل کا اداتِ نفی سے مؤخر ہونا بھی اس کو شامل ہے، اس طور پر کہ جب کلمۂ کل اداتِ نفی سے مؤخر ہوگا تو وہ فعل منفی کا بھی معمول ہوگا۔ شارح نے اللّٰھم سے جواب دیا ہے۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ کلمۂ کل کا اداتِ نفی سے مؤخر ہونا اس صورت کے ساتھ خاص ہے جبکہ اداتِ نفی ایسے فعل پر داخل نہ ہو جو فعل کلمۂ کل میں عامل ہو پس اس صورت میں معطوف علیہ (اخرت) اور معطوف (معمولۃ) کے درمیان تغایر ہو جائے گا اور معطوف علیہ کو شامل نہ ہوگا اور جب ایسا ہے تو عطف درست ہو جائے گا۔

شارح فرماتے ہیں کہ مصنف کے قول او معمولۃ میں معمول سے مراد عام ہے فاعل ہو یا مفعول ہو یا تاکید ہو یا اس کے علاوہ مجرور یا ظرف ہو۔

سوال (۴۴) ص (۱۱۶)

وَقَدْ يُخْرَجُ الْكَلَامُ عَلٰى خِلَافِهٖ اَیْ عَلٰى خِلَافِ مُقْتَضَى الظَّاهِرِ لِاِقْتِضَاءِ الْحَالِ اِيَّاهُ فَيُوْضَعُ الْمُضْمَرُ مَوْضِعَ الْمُظْهَرِ كَقَوْلِهِمْ نِعْمَ رَجُلًا زَيْدٌ مَكَانَ نِعْمَ الرَّجُلُ فِیْ اَحَدِ الْقَوْلَيْنِ اَیْ قَوْلِ مَنْ يَجْعَلُ الْمَخْصُوْصَ الْخَبَرَ مُبْتَدَاٍ مَحْذُوْفٍ وَاَمَّا مَنْ يَجْعَلُهٗ مُبْتَدَاءً وَنِعْمَ رَجُلًا خَبَرَهٗ فَيَحْتَمِلُ عِنْدَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ الضَّمِيْرُ عَائِدًا اِلَى الْمَخْصُوْصِ وَهُوَ مُقَدَّمٌ تَقْدِيْرًا وَيَكُوْنُ اِلْتِزَامُ اِفْرَادِ الضَّمِيْرِ حَيْثُ لَمْ يَقُلْ نِعْمَا وَنِعْمُوْا مِنْ خَوَاصِّ هٰذَا الْبَابِ لِكَوْنِهٖ مِنَ الْاَفْعَالِ الْجَامِدَةِ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب بیان کریں۔

(ج): نعم رجل کی ترکیب کریں، بقولِ شارح۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(د): ویکون التزام افراد سے ایک سوال کا جواب ہے، آپ سوال و جواب دونوں کی وضاحت کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ**: اور کبھی کلام مقتضیٰ ظاہر کے خلاف بھی لایا جاتا ہے، کیونکہ حال اس کا تقاضہ کرتا ہے، پس ضمیر کو اسم ظاہر کی جگہ میں رکھا جاتا ہے، جیسے ان کا قول نعم رجلاً زید، نعم الرجل کی جگہ اور نعم رجلاً زید دو قولوں میں سے ایک قول کے مطابق وضع المضمر موضع المظہر کے قبیل سے ہوگا یعنی ان لوگوں کے قول پر جو مخصوص بالمدح کو مبتدا محذوف کی خبر مانتے ہیں اور بہر حال وہ لوگ جو اس کو مبتدا اور نعم رجلاً کو خبر قرار دیتے ہیں تو ان کے نزدیک اس بات کا احتمال ہے کہ ضمیر مخصوص کی طرف راجح ہو جو تقدیراً مقدم ہے اور ضمیر کو مفرد لانے کا التزام کرنا چنانچہ نعما نعموا نہیں کہا اسی خواص سے ہے، کیونکہ یہ افعالِ جامدہ سے ہے۔

(ب): مصنفؒ نے فرمایا کہ کبھی کلام مقتضیٰ ظاہر کے خلاف لایا جاتا ہے، مگر یہ اس وقت ہوگا جب حال اس کے خلاف کا تقاضہ کرتا ہو پس ایسی صورت میں کلام مقتضیٰ ظاہر کے خلاف اور مقتضیٰ حال کے مطابق ہوگا، مقتضیٰ ظاہر اور مقتضیٰ حال کے درمیان فرق بلاغت کلام کی تعریف کے تحت بیان کیا جاچکا ہے۔ مقتضیٰ ظاہر کے خلاف کی ایک صورت یہ ہے کہ اسمِ ظاہر کی جگہ اسمِ ضمیر کو لایا جائے مثلاً نعم الرجل کی جگہ نعم رجلاً زید کہا جائے، کیونکہ اس مقام میں مقتضیٰ ظاہر یہ تھا کہ اسمِ ظاہر لایا جائے، اسمِ ضمیر نہ لایا جائے اور اسمِ ظاہر کا لانا مقتضیٰ ظاہر اس لئے ہے کہ ضمیر دو صورتوں میں لائی جاسکتی ہے: ایک تو اُس صورت میں جبکہ مرجع پہلے مذکور ہو۔ دوم اُس صورت میں جبکہ کوئی ایسا قرینہ ہو جو مرجع پر دلالت کرے پس نعم رجلاً زید میں نعم کی ضمیر سے پہلے نہ تو اس کا مرجع مذکور ہے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

نہ ہی کوئی قرینہ موجود ہے، لہٰذا ظاہر کا تقاضہ یہ تھا کہ یہاں ضمیر کی جگہ اسمِ ظاہر لایا جاتا اور نعم الرجل کہا جاتا مگر حال اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ اس جگہ مقتضی ظاہر کے خلاف ضمیر لائی جائے۔

(ج): نعم رجلاً زید کی شارحؒ نے دوتر کیبیں کی ہیں: (۱) مخصوص (زید) کو مبتدا محذوف ھُوَ کی خبر قرار دیا جائے، کیونکہ نعم کی ضمیر نعم کا فاعل مبہم ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ بہت اچھا ہے۔ اس پر سوال ہوگا کہ وہ کون ہے تو جواب ہوگا کہ وہ زید ہے۔ (۲) مخصوص یعنی زید مبتدا مؤخر ہو اور نعم رجلاً خبر مقدم پس جو ترکیب اولیٰ کے قائل ہیں ان کے نزدیک یہ کلام وضع المضمر موضع المظہر کے قبیل سے ہوگا اور رہے وہ لوگ جو ترکیب ثانیہ کے قائل ہیں تو ان کے نزدیک یہ وضع المضمر موضع المظہر کے قبل سے نہ ہوگا، کیونکہ ان کے نزدیک یہ احتمال ہوگا کہ نعم کی ضمیر مخصوص (زید) کی طرف راجع ہو اس لئے کہ زید اگرچہ لفظاً مؤخر ہے لیکن مبتدا ہونے کی وجہ سے رتبۃً اور تقدیراً مقدم ہے اور جب مرجع پہلے مذکور ہے تو ضمیر کا لانا ہی ظاہر کا مقتضی ہوگا اور جب اس صورت میں ضمیر کا لانا مقتضی ظاہر ہے تو اس صورت میں یہ کلام وضع المضمر موضع المظہر کے قبیل سے نہ ہوگا۔

(د): سوال یہ ہے کہ جب نعم کی ضمیر مخصوص کی طرف راجع ہے تو مخصوص کے تثنیہ ہونے کی صورت میں ضمیر تثنیہ کی لاجانی چاہئے تھی اور یوں کہنا چاہئے تھا: نعما رجلین الزیدان اور مرجع کی صورت میں یوں کہنا چاہئے تھا نعموا رجالاً الزیدون کیونکہ ضمیر اور مرجع میں مطابقت کا پایا جانا ضروری ہے، حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ضمیر، ہمیشہ مفرد کی لائی جاتی ہے، چنانچہ نعما اور نعموا نہیں کہا جاتا۔

اِس کا جواب یہ ہے کہ نعم افعال جامدہ میں سے ہے، حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اس کو اسم قرار دیا ہے اور جب نعم افعالِ جامدہ میں سے ہے تو اس کا مفرد لانا لازم ہوگا اور یہ اس کی خصوصیت ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال (۴۵) ص (۱۲۰)

قَالَ السَّكَّاكِيُّ هٰذَا غَيْرُ مُخْتَصٍّ بِالْمُسْنَدِ اِلَيْهِ بِهٰذَا الْقَدْرِ بَلْ مِنَ الْمُتَكَلِّمِ وَالْخِطَابِ وَالْغَيْبَةِ مُطْلَقًا يُنْقَلُ اِلَى الْآخَرِ وَيُسَمّٰى هٰذَا النَّقْلُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ الْمَعَانِيْ اِلْتِفَاتًا مَاخُوْذًا مِنْ اِلْتِفَاتِ الْاِنْسَانِ مِنْ يَمِيْنِهٖ كَقَوْلِهٖ ع تَطَاوَلَ لَيْلُكَ بِالْاَثْمُدِ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): عبارت کی وضاحت کریں۔

(ج): کلام کے استعمال کے کتنے طریقے ہیں؟

(د): مذکورہ شعر کس شاعر کا ہے اور اس نے کس وقت یہ کہا، لکھ کر قلم بند کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** سکاکیؒ نے کہا ہے کہ یہ مسندالیہ کے ساتھ خاص نہیں ہے اس مقدار کے ساتھ، بلکہ تکلم، خطاب، غیبت میں سے ہر ایک مطلقاً دوسرے کی طرف منتقل کیا جاتا ہے اور علماء معانی کے نزدیک اس التفات کا نام التفات جہت ہے جو انسان کے دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں متوجہ ہونے سے ماخوذ ہے جیسے کہ اس کا قول: تیری رات لمبی ہوگئی مقام اثمد میں۔

(ب): سکاکیؒ فرماتے ہیں کہ کلام کو تکلم سے غیبت کی طرف منتقل کرنا مسندالیہ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ کبھی تو مسندالیہ میں ہوتا ہے جیسا کہ مذکورہ مثالوں میں ہے اور کبھی تو غیر مسندالیہ میں ہوتا ہے، جیسے: فتوکل علیّ کی جگہ فتوکّل علی اللّٰہ میں ہے کہ یاءِ متکلم سے اسم ظاہر غائب کی طرف عدول کیا گیا ہے، حالانکہ یہ مسندالیہ نہیں ہے، بلکہ علیٰ جار مجرور ہے، اور نہ یہ نقل اس مقدار کے ساتھ خاص یعنی ایسا بھی نہیں کہ کلام کو تکلم سے غیبت کی طرف منتقل کرنا جائز ہو اور اس کے علاوہ انتقال کی کوئی صورت جائز نہ ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج): شارح کہتے ہیں کہ کلام کے استعمال کے تین طریقے ہیں: (۱) تکلم (۲) خطاب (۳) غیبت۔ ان میں سے ہر ایک باقی دو کی طرف منتقل ہو سکتا ہے پس تین کو دو میں ضرب دینے سے چھ طرق حاصل ہو جائیں گے۔

(د): مذکورہ شعر امرأالقیس کا ہے۔

مقامِ اثمد میں اپنے باپ کے مرنے کی خبر پاکر بطور مرثیہ کہا تھا۔

سوال (۴۶) ص (۱۲۸)

وَمِنْهُ أَيْ وَمِنْ خِلَافِ مُقْتَضَى الظَّاهِرِ التَّعْبِيْرُ عَنِ الْمَعْنَى الْمُسْتَقْبَلِ بِلَفْظِ الْمَاضِيْ تَنْبِيْهًا عَلَى تَحَقُّقِ وُقُوْعِهٖ نَحْوَ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ بِمَعْنَى يَصْعَقُ وَمِثْلُهُ التَّعْبِيْرُ عَنِ الْمُسْتَقْبَلِ بِلَفْظِ اِسْمِ الْفَاعِلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ مَكَانَ يَقَعُ وَنَحْوُهُ التَّعْبِيْرُ عَنِ الْمُسْتَقْبَلِ بِلَفْظِ اِسْمِ الْمَفْعُوْلِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ مَكَانَ يُجْمَعُ هٰهُنَا بَحْثٌ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب): عبارت کی واضح انداز میں تشریح کریں۔

(ج): وھھنا سے ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے آپ اعتراض وجواب کی مکمل وضاحت کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور مقتضی ظاہر کے خلاف کے قبیل سے معنی مستقبل کو لفظ ماضی کے ساتھ ادا کرنا ہے اس کے تحقق وقوع پر تنبیہ کرنے کے لئے، جیسے: اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو زمین وآسمان والوں کے ہوش اُڑ جائیں گے یہاں صعق، یصعق کے معنی میں ہے اور اسی کے مثل مستقبل کو اسمِ فاعل کے لفظ کے ساتھ ادا کرنا، جیسے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

باری تعالیٰ قول: اور دین واقع ہے (یہاں) واقع، یقع کے جگہ میں ہے اور اسی کے مثل مستقبل کو اسم مفعول کے لفظ کے ساتھ ادا کرنا جیسے باری تعالیٰ کا قول: وہ دن جس میں لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا (یہاں مجموع) یجمع کی جگہ میں ہے۔

(ب): مصنفؒ غیر مسند الیہ میں خلافِ مقتضی ظاہر کی ایک صورت یہ فرما رہے ہیں کہ معنیٰ مستقبل کو لفظِ ماضی کے ساتھ تعبیر کیا جائے اور ایسا اس لئے ہے کہ تا کہ اس معنیٰ کے متحقق الوقوع ہونے پر تنبیہ ہو جائے جیسے باری تعالیٰ کا قول: یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِس آیت میں صعق ماضی یصعق کے معنیٰ میں ہے یعنی صَعِق اور ہوش اُڑنے کا وقوع قیامت میں ہوگا مگر چونکہ اس کا وقوع یقینی اور متحقق ہے اِس لئے اس کو ماضی کے صیغہ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

اور اسی طرح خلافِ مقتضی ظاہر معنیٰ مستقبل کو اسمِ فاعل کے صیغہ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے جیسے باری تعالیٰ کا قول: وَاِنَّ الَّذِیْنَ لَوَاقِعٌ یہاں واقع اسم فاعل، یقع کی جگہ پر مستعمل ہے، یعنی جزاء جو آئندہ زمانے میں حاصل ہوگی اس کو اسمِ فاعل کے صیغہ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اور اسی طرح خلافِ مقتضی مستقبل کو اسمِ مفعول کے صیغہ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے، جیسے باری تعالیٰ کے قول: ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ میں مَجْمُوْع، یَجمعُ کی جگہ مستعمل ہے، یعنی لوگوں کو اکٹھا ہونا قیامت میں ہوگا مگر اس کو اسم مفعول کے صیغہ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔

(ج) وھھنا: اعتراض یہ ہے کہ اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول دونوں میں سے ہر ایک کبھی استقبال کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہوتا ہے، اگر چہ اس کے وضعی اور حقیقی معنیٰ نہیں ہیں اور جب اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول معنیٰ مستقبل میں استعمال ہوتے ہیں تو مذکورہ دونوں آیتوں میں اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول اپنے موقع میں واقع ہوں گے اور مقتضی ظاہر کے مطابق مستعمل ہوں گے، اور جب یہ دونوں مقتضی ظاہر کے مطابق مستعمل ہیں تو ان کو خلافِ مقتضی ظاہر کی مثال میں پیش کرنا کیسے درست ہوگا؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اِس کا جواب یہ ہے کہ اسمِ فاعل، اسمِ مفعول ماتحقق فیہ وقوع الوصف یعنی حال اور ماضی میں تو حقیقت ہیں یعنی حال اور ماضی کے معنٰی میں تو ان دونوں کا استعمال حقیقت ہے اور مالم یتحقق یعنی مستقبل میں مجاز ہے اور معنیٰ مجازی بلاشبہ خلافِ مقتضیٰ ظاہر ہوتے ہیں، پس اس جگہ اِسمِ فاعل اور اسمِ مفعول کو مالم یتحقق یعنی معنیٰ مستقبل میں مجازاً استعمال کرنا بلاشبہ خلافِ مقتضیٰ ظاہر ہے اور ایسا اس لئے کیا گیا ہے تاکہ معنیٰ مستقبل کے وقوع کے متحقق ہونے پر تنبیہ ہو جائے۔

سوال (۴۷) ص (۱۳۰)

اَمَّا تَرْکُہٗ فَلِمَا مَرَّ فِیْ حَذْفِ الْمُسْنَدِ اِلَیْہِ کَقَوْلِہٖ شِعْرٌ: وَمَنْ یَّكُ اَمْسٰی بِالْمَدِیْنَةِ رَحْلُهٗ ❁ فَاِنِّیْ وَقَیَّارٌ بِهَا لَغَرِیْبٌ ❁ اَلرَّحْلُ هُوَ مَنْزِلُ وَالْمَاوٰی وَقَیَّارُ اِسْمُ جَمَلٍ لِلشَّاعِرِ وَهُوَ ضَابِئُ بْنِ الْحَارِثِ كَذَا فِی الصِّحَاحِ وَقِیْلَ اِسْمُ فَرَسٍ وَلَفْظُ الْبَیْتِ خَبَرٌ وَمَعْنَاهُ التَّحَسُّرُ وَالتَّوَجُّعُ فَالْمُسْنَدُ اِلٰی قَیَّارٍ مَحْذُوْفٌ لِقَصْدِ الْاِخْتِصَارِ وَالْاِحْتِرَازِ عَنِ الْعَبَثِ بِنَاءً عَلَی الظَّاهِرِ مَعَ ضَیْقِ الْمَقَامِ بِسَبَبِ التَّوَجُّعِ وَمُحَافَظَةِ الْوَزْنِ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب): مصنفؒ نے احوالِ مسند کو ترکِ مسند کے ساتھ کیوں شروع کیا، آپ اس کی وضاحت کریں۔

(ج): امسیٰ میں دو احتمال ہیں آپ دونوں کی وضاحت کر کے اس کی ترکیب بھی قلم بند کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ**: بہر حال مسند کو حذف کرنا تو یہ ان وجوہ کی وجہ سے ہے جو حذفِ مسند الیہ میں گزر چکیں جیسے اس کا قول شعر ۔ وہ شخص جس کا ٹھکانہ مدینہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

میں ہو گیا (ہوا کرے) کیونکہ میں اور قیّار مدینہ میں غریب الوطن ہیں۔ رحل منزل اور ٹھکانا۔ قیّار شاعر یعنی ضابی بن الحارث کے اونٹ کا نام ہے ایسے ہی صحاح میں ہے اور کہا گیا ہے کہ گھوڑے کا نام ہے اور شعر لفظاً خبر ہے اور معنیً حسرت اور رنج کا اظہار ہے اور قیّار کا مسند محذوف ہے اختصار کے لئے اور ظاہر پر بنا کرتے ہوئے عبث سے بچنے کے لئے باوجودیکہ رنج کی وجہ سے اور وزنِ شعر کی حفاظت کی وجہ سے مقام تنگ ہے۔

(ب): رہا یہ سوال کہ مصنفؒ نے احوالِ مسند کو ترکِ مسند کے ساتھ کیوں ذکر کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ترک نام ہے کسی چیز کے نہ لانے اور عدمِ اتیان کا، اور یہ بات آپ کو بھی معلوم ہے کہ جملہ میں عدم، حادث اور موجود پر مقدم ہوتا ہے لہٰذا ذکر میں بھی عدم یعنی ترکِ مسند کو مقدم کر دیا گیا۔

(ج): امسٰی میں دو احتمال ہیں: (۱) ناقصہ (۲) تامہ۔ پہلے احتمال کی صورت میں ترکیب یہ ہوگی: امسٰی فعل ناقص ضمیر مستتر جو کلمۂ مَن کی طرف راجع ہے اس کا اسم اور بالمدینۃ رحلہٗ جملہ اس کی خبر ہے۔ اور دوسرے احتمال پر ترکیب یہ ہوگی: امسٰی فعل تام ضمیر مستتر جو کلمۂ مَن کی طرف راجع ہے ذوالحال، اور بالمدینۃ رحلہ حال، ذوالحال اپنے حال سے مل کر امسٰی کا اسم۔ اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ناقصہ کی صورت میں رحلہٗ اس کا اسم اور بالمدینۃ اس کی خبر ہے اور تامہ کی صورت میں رحلہٗ ذوالحال اور بالمدینۃ حال ہے ذوالحال اپنے حال سے مل کر امسٰی کا اسم ہے۔

سوال (۴۸) ص (۱۳۲)

شِعْرٌ: اِنَّ مَحَلًّا وَاِنَّ مُرْ مُرْتَحَلًا وَاِنَّ فِي السَّفْرِ اِذْمَضَوْ مَهَلًا اَیْ اِنَّ لَنَا فِي الدُّنْيَا حُلُوْلًا وَلَنَا عَنْهَا اِلَى الْاٰخِرَةِ اِرْتِحَالًا وَالْمُسَافِرُوْنَ قَدْ تَوَغَّلُوْا فِي الْمُضِيِّ لَارُجُوْعَ لَهُمْ فَحَذَفَ الْمُسْنَدَ الَّذِيْ هُوَ ظَرْفٌ قَطْعًا لِقَصْدِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الْاِخْتِصَارِ وَالْعُدُوْلِ اِلٰی اَقْوَی الدَّلِیْلَیْنِ اَعْنِی الْعَقْلَ وَلِضَیْقِ الْمَقَامِ اَعْنِی الْمُحَافَظَۃَ عَلَی الشِّعْرِ وَلِاِتِّبَاعِ الْاِسْتِعْمَالِ لِاِطِّرَادِ الْحَذْفِ فِیْ مِثْلِ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): شعر کی تقدیری عبارت لکھ کر شعر کا مطلب بیان کریں۔

(ج): شارح قطعاً کا لفظ بڑھا کر کیا فرق بیان کرنا چاہتے ہیں؟ آپ اُس کی وضاحت کریں، نیز یہ بھی بتلائیں کہ حذف مسند کی کتنی قسمیں ہیں، لکھ کر قلم بند کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** شعر بے شک آنا ہے اور بے شک چلا جانا ہے اور بے شک مسافر جب دُور چلے جائیں یعنی ہمارے لئے دنیا میں آنا اور ہمارے لئے دنیا سے آخرت کی طرف چلے جانا ہے اور مسافر (مردوں) نے جانے میں ایسا غلو کیا ہے کہ ان کے لئے واپس ہونا نہیں ہے پس وہ مسند کہ وہ قطعی طور پر ظرف ہے اختصار کے ارادے سے اور دو دلیلوں میں سے اقویٰ یعنی عقل کی طرف عدول کرنے کے لئے اور تنگیٔ مقام یعنی محافظتِ وزن شعر کے لئے اور اتباعِ استعمال کے لئے حذف کر دیا گیا ہے۔

(ب): شعر کی تقدیری عبارت: ان لنا محلاً و ان لنا مرتحلاً ہے۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے لئے دنیا میں آنا بھی ہے اور ہمارے لئے دنیا سے رخصت ہونا بھی ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ آخرت کی طرف سفر کرنے والے یعنی مردے اس کی طرف گئے اور انہوں نے جانے میں اتنا غلو کیا یعنی ان کی غیبت اتنی طویل ہوگئی کہ اب ان کی واپسی کی کوئی توقع نہیں ہے اس شعر میں مسند ظرف یعنی لنا محذوف ہے۔

(ج): شارح نے قطعًا کا لفظ بڑھا کر اس مثال اور سابقہ مثال میں فرق کیا ہے۔ اِس طور پر کہ اِس مثال میں تو قطعی اور لازمی طور پر مسند ظرف ہے اور سابقہ مثال میں مسند قطعی طور پر ظرف نہیں ہے، بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ ظرف مقدر مانا جائے اور یوں کہا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جائے: فاذا زید بالباب اور یہ بھی احتمال ہے کہ غیر ظرف مقدر مانا جائے اور یوں کہا جائے: فاذازید حاضر۔

شارحؒ فرماتے ہیں کہ حذف مسند کی کئی وجہیں ہیں: (۱) اختصار کا ارادہ۔ (۲) دو دلیلوں میں سے اقویٰ یعنی عقل کی طرف عدول کرنا (۳) مقام کی تنگی یعنی وزنِ شعر کی محافظت (۴) استعمال کا اتباع یعنی اس استعمال کا اتباع جو اس کی نظیر کے ترک پر وارد ہوا ہے۔

سوال (۴۹) ص (۱۳۵)

وَاَمَّا اِفْرَادُهٗ اَیْ جَعَلُ الْمُسْنَدِ غَیْرَ جُمْلَةٍ فَلِکَوْنِهٖ غَیْرَ سَبَبِیٍّ مَعَ عَدَمِ اِفَادَةِ تَقَوِّیِ الْحُکْمِ اِذْلَوْکَانَ سَبَبِیًّا نَحْوُ زَیْدٌ قَامَ اَبُوْهُ اَوْمُفِیْدًا لِلتَّقَوِّیْ نَحْوُ زَیْدٌ قَامَ فَهُوَجُمْلَةٌ قَطْعًا

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): عبارت کی تشریح کریں۔

(ج): و امانحو زید قائم سے ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے۔ آپ سوال و جواب دونوں کی مکمل وضاحت کریں، نیز مسند سببی اور تقوی کی تعریف کریں مع امثلہ۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور بہر حال مسند کو مفرد لانا یعنی مفرد کو غیر جملہ بنانا سو اس لئے ہے کہ مسند غیر سببی ہے اور تقوی حکم کے لئے مفید نہیں ہے اس لئے کہ اگر مسند سببی ہوتا جیسے: زید قام ابوہٗ، یا مفید تقوی ہوتا جیسے: زید قام تو یقیناً جملہ ہوتا۔

(ب): مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مسند کی ایک حالت اس کو مفرد لانا ہے۔ شارح فرماتے ہیں، مفرد ہونے کا مطلب ہے: اس کا جملہ نہ ہونا یعنی یہاں مفرد سے مراد یہ ہے کہ وہ جملہ نہ ہو پس اس تعریف کے اعتبار سے مفرد، مرکب اضافی اور توصیفی کو شامل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہوجائے گا کیونکہ مرکب اضافی اور توصیفی جملہ نہیں ہوتا ہے۔ بہر حال مسند کی ایک حالت یہ ہے کہ مسند کلام میں مفرد واقع ہو یعنی جملہ نہ واقع ہو۔ رہا یہ سوال کہ مسند کلام میں مفرد کب کب لایا جائے گا؟ تو اس کا جواب دیتے ہوئے مصنفؒ نے فرمایا مسند کلام میں مفرد اس وقت لایا جائے گا جبکہ مقام دو باتوں کا تقاضہ کرتا ہو ایک تو یہ کہ مسند غیر سببی ہو۔ دوم یہ کہ مسند تقوی حکم کا فائدہ نہ دیتا ہو کیونکہ اگر مسند سببی ہو جیسا کہ زید قام ابوہ میں قام ابوہ مسند سببی ہے یا مسند مفیدِ تقوی حکم ہوگا جیسا کہ زید قام میں قام مسند، مفیدِ تقوی حکم ہے تو ان دونوں صورتوں میں مسند قطعی طور پر جملہ ہوگا، حاصل یہ ہے کہ اگر مذکورہ دونوں علتیں نہ پائی جائیں تو مسند کا مفرد لانا ضروری ہوگا۔

(ج): واما نحو زید قائم: سے ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ زید قائم میں قائم مسند مفرد ہے حالانکہ قائم ضمیر کو متضمن ہونے کی وجہ سے مفیدِ تقوی ہے پس اس مثال میں معلول (مسند کا مفرد ہونا) پایا گیا مگر علت (مسند کا مفید تقوی نہ ہونا) نہیں پائی گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں یہ بات تسلیم نہیں ہے کہ زید قائم مفید تقوی ہے بلکہ یہ مفیدِ تقوی ہونے میں زید قام کے قریب قریب ہے یعنی زید قام جو مفیدِ تقوی ہے زید قائم اس کے قریب قریب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قائم، قام کے بھی مشابہ ہے، کیونکہ جس طرح قام اس ضمیر کو شامل ہے جو مسند الیہ (زید) کی طرف راجع ہے اسی طرح قائم بھی اس ضمیر کو شامل ہے جو مسند الیہ (زید) کی طرف راجع ہے اور قائم خالی عن الضمیر (اسم جامد) کے بھی مشابہ ہے۔

مسند سببی: مسند سببی وہ جملہ ہے جو مبتداء کی خبر واقع ہو اور اپنے عائد پر مشتمل ہو جو اس جملہ میں مسند الیہ نہ بن رہا ہو، جیسے: "زید ابوہٗ منطلق" میں "ابوہ منطلق" مسند سببی ہے۔

تقوی: اس کو کہتے ہیں جس میں مکرر اسناد کی وجہ سے کلام کے اندر پختگی آجائے جیسے: زید منطلق ابوہ میں مسند سببی نہیں ہے، کیونکہ یہ مفرد ہے جملہ نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال (۵۰) ص (۱۳۸)

وَاَمَّا کَوْنُهٗ اَیِ الْمُسْنَدُ اِسْمًا فَلِاِفَادَةِ عَدَمِهِمَا اَیْ عَدَمِ التَّقْیِیْدِ الْمَذْکُوْرِ وَالتَّجَدُّدِ کَقَوْلِهٖ لَایَاْلَفُ الدِّرْهَمَ الْمَضْرُوْبَ صُرَّتُنَا لٰکِنْ یَمُرُّ عَلَیْهَا وَهُوَ مُنْطَلِقٌ قَالَ الشَّیْخُ عَبْدُ الْقَاهِرِ مَوْضُوْعُ الْاِسْمِ عَلٰی اَنْ یُّثْبَتَ بِهِ الشَّیْءُ لِلشَّیْءِ مِنْ غَیْرِ اِقْتِضَاءِ اَنَّهٗ یَتَجَدَّدُ وَیَحْدُثُ شَیْئًا فَشَیْئًا

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب بیان کریں۔

(ج): قال الشیخ سے ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔آپ اعتراض کو لکھ کر اس کے جواب کو واضح انداز میں لکھیں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ**: اور بہر حال مسند کا اسم ہونا تو تقیید اور تجدد کا فائدہ نہ دینے کے لئے ہے، جیسا کہ اس کا قول ہماری تھیلی درہم سے محبت نہیں رکھتی لیکن وہ درہم تھیلی پر چلتے ہوئے گزر جاتے ہیں، شیخ عبدالقاہرؒ نے کہا اسم کی وضع اس لئے ہے کہ کسی چیز کو دوسری چیز کے لئے ثابت کیا جائے بغیر اس بات کے کہ وہ متجدد ہوتی ہے اور تھوڑی تھوڑی ہوتی ہے۔

(ب): مصنفؒ یہ فرما رہے ہیں کہ مسند کی ایک حالت اس کا اسم ہونا ہے اور مسند کو اس وقت لاتے ہیں جبکہ نہ تو اس کو کسی زمانہ کے ساتھ مقید کرنا مقصود ہو اور نہ اس سے تجدد مقصود ہو بلکہ کسی غرض کی وجہ سے دوام وثبوت کا فائدہ دینا مقصود ہو جیسے: "وھو منطلق" اسم ہے اور مسند ہے جو دوام وثبوت پر دلالت کرتا ہے کہ درہم کے لئے تھیلی پر چلنا دائمی طور پر ثابت ہے۔

(ج): اعتراض یہ ہے کہ شیخ عبدالقادرؒ نے فرمایا ہے کہ ترکیب میں اسمِ مسند کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

صرف اس لئے وضع کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے ایک شئ کو دوسری شئ کے لئے ثابت کردیا جائے۔ بحسب الوضع تجدد اور استمرار اس کا مدلول نہیں ہے اور مصنف کے کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسم مسند دوام وثبوت پر دلالت کرتا ہے اور یہ شیخؒ اور مصنف کے کلام میں کھلا ہوا تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ کا کلام اصلِ وضع کے اعتبار سے یعنی اصلِ وضع کے اعتبار سے اسم مسند صرف ثبوتِ شئ لشئ پر دلالت کرتا ہے دوام وغیرہ کسی زائد چیز پر دلالت نہیں کرتا اور مصنفؒ کا کلام قرائن خارجیہ کے اعتبار سے ہے یعنی قرائن خارجیہ کی وجہ سے اسم مسند دوام پر دلالت کرتا ہے اور جب ایسا ہے تو شیخ اور مصنف کے کلام میں کوئی تعارض نہ ہوگا۔

سوال (۵۱) ص (۱۴۲)

وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ اِنْ فِيْ مَقَامِ الْجُزْمِ بِوُقُوْعِ الشَّرْطِ تَجَاهُلًا كَمَا اِذَا سُئِلَ الْعَبْدُ عَنْ سَيِّدِهٖ هَلْ هُوَ فِي الدَّارِ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ فِيْهَا فَيَقُوْلُ اِنْ كَانَ فِيْهَا اُخْبِرُكَ فَيَتَجَاهَلُ خَوْفًا مِنَ السَّيِّدِ اَوْلِعَدَمِ جَزْمِ الْمُخَاطَبِ بِوُقُوْعِ الشَّرْطِ فَيَجْرِى الْكَلَامُ عَلٰى سُنَنِ اِعْتِقَادِهٖ كَقَوْلِكَ لِمَنْ يُكَذِّبُكَ اِنْ صَدَقْتُ فَمَاذَا تَفْعَلُ مَعَ عِلْمِكَ بِاَنَّكَ صَادِقٌ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مطلب بیان کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ**: اور کبھی کلمہ اِنْ کو تجاہلاً جزم بوقوع الشرط کی جگہ میں استعمال کرلیا جاتا ہے جیسا کہ جب غلام سے اس کے آقا کے بارے میں دریافت کیا جائے کہ کیا وہ گھر میں ہے اور غلام کو یقین ہے کہ وہ گھر میں موجود ہے پس غلام کہتا ہے کہ اگر وہ گھر میں ہوا تو میں تجھ کو خبر دوں گا پس غلام آقا کے ڈر سے ناواقفی ظاہر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کرتا ہے یا مخاطب کو وقوعِ شرط کا یقین نہ ہونے کی وجہ سے پس کلام اس کے اعتقاد کے طریقہ پر جاری ہوتا ہے جیسے تیرا قول اس شخص سے جو تیری تکذیب کرتا ہے اگر میں سچا ہوا تو، تُو کیا کرے گا باوجودیکہ تجھ کو اپنے سچا ہونے کا یقین ہے۔

(ب): مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ویسے تو کلمہ اِن کی اصل یہ ہے کہ وہ ایسی جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں وقوعِ شرط کا جزم اور یقین نہ ہو بلکہ محتمل اور مشکوک ہو لیکن کبھی کبھی خلافِ اصل ایسی جگہ بھی استعمال کرلیا جاتا ہے جہاں وقوعِ شرط کا یقین اور جزم ہوتا ہے رہا یہ سوال کہ کلمۂ اِن خلافِ اصل مقامِ جزم میں کب استعمال ہوگا؟ تو مصنفؒ نے اس کی کئی صورتیں بیان کی ہیں، چنانچہ ایک شرط یہ ہے کہ متکلم کو وقوعِ شرط کا اگرچہ جزم ویقین ہے لیکن وہ بتقاضائے مقام اپنے جہل اور ناواقفی کو ظاہر کر کے وقوعِ شرط کو بصورتِ شک ذکر کرتا ہے مثلاً ایک غلام (جس کو اس کے آقا کی طرف سے یہ ہدایت ہے کہ بغیر میری اجازت کسی کو میرے موجود ہونے کی خبر نہ دینا) سے کسی نے سوال کیا: "بل ھو فی الدار" کیا وہ یعنی تیرا آقا گھر میں ہے۔ اس غلام کو اگرچہ اس کے گھر میں موجود ہونے کا جزم ویقین ہے مگر اس کے باوجود وہ اپنے آقا کے خوف سے اپنی ناواقفی اور جہل ظاہر کرتے ہوئے کلمۂ اِنْ استعمال کرتا ہے اور بصورتِ شک کہتا ہے: "ان کان فیھا اخبرک" اگر وہ گھر میں ہوا تو تجھ کو خبر دوں گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ متکلم کو تو وقوعِ شرط کا جزم ویقین ہو مگر مخاطب کو نہ ہو تو ایسی صورت میں بھی مخاطب کے اعتقاد کے مطابق کلام کرتے ہوئے خلافِ اصل کلمۂ اِنْ استعمال کرلیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص متکلم کی تکذیب کرتا ہے یعنی متکلم کے سچا ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا، متکلم اس سے کہتا ہے: "اِنْ صدقت فماذا تفعل" اگر میں سچا ہوا تو، تُو کیا کرے گا۔

یہاں اگرچہ متکلم کو اپنے سچا ہونے کا یقین اور جزم ہے، لیکن مخاطب کے اعتقاد کے مطابق کلام کرتے ہوئے اس نے خلافِ اصل کلمۂ اِنْ کا استعمال کیا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص وقوعِ شرط کا عالم ہے مگر چونکہ وہ مقتضیٔ علم پر عمل نہیں کرتا بلکہ اس کی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مخالفت کرتا ہے، اس لئے کہ اس عالم کو جاہل کے مرتبہ میں اُتار کر اس کے سامنے کلمۂ اِنْ کے ساتھ ایسا کلام مشکوک پیش کیا جاتا ہے جیسا کہ جاہل کے سامنے مثلاً ایک شخص اپنے باپ کو ایذا دیتا ہے اور یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ یہ میرا باپ ہے، اس کو ایذا دینا حرام ہے، پس چونکہ یہ شخص اپنے علم کے مقتضی پر عمل نہیں کرتا اس لئے اس کو جاہل کے مرتبہ میں اُتار کر ''ان کان اباک فلاتوذہ'' کلمۂ اِنْ کے ساتھ خلافِ اصل کام کیا جائے گا۔

سوال (۵۲) ص (۱۴۵)

وَالتَّغْلِيْبُ بَابٌ وَاسِعٌ يَجْرِيْ فِيْ فُنُوْنٍ كَثِيْرَةٍ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَكَانَتْ مِنَ الْكَانِتِيْنَ غُلِّبَ الذَّكَرُ عَلَى الْاُنْثٰى بِاَنْ اُجْرِيَ الصِّفَةُ الْمُشْتَرَكَةُ بَيْنَهُمَا عَلٰى طَرِيْقَةِ اِجْرَائِهَا عَلَى الذُّكُوْرِ خَاصَّةً وَنَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ غُلِّبَ جَانِبُ الْمَعْنٰى عَلٰى جَانِبِ اللَّفْظِ لِاَنَّ الْقِيَاسَ يَجْهَلُوْنَ بِيَاءِ الْغَيْبَةِ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): عبارت کی تسلی بخش تشریح کریں۔

(ج): تغلیب کی تعریف کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور تغلیب بہت کشادہ باب جو بہت سے فنون میں جاری ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول: ''وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ''۔ مذکر کو مؤنث پر غلبہ دے دیا گیا ہے اس طور پر کہ اس صفت کو لایا گیا جو ان دونوں کے درمیان مشترک تھی اس کو مذکر پر خاص طور پر جاری کرنے کے طریقے پر جیسے اللہ تعالیٰ کا قول: ''بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ''۔ معنیٰ کی جانب کو لفظ کی جانب پر غلبہ دے دیا گیا اس لئے کہ قیاس ''يَجْهَلُوْنَ''، یاءِ غیبت کے ساتھ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

غُلَامُ رَجُلٍ. اسی طرح اگر اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو تو بھی اضافت لفظیہ نہیں ہوگی جیسے: کَرِیْمُ الْبَلَدِ (شہر کا سخی) مَصَارِعُ مِصْرٍ (شہر کا پہلوان) ان مثالوں میں صیغہ صفت تو ہے لیکن اپنے معمول فاعل یا مفعول کی طرف مضاف نہیں ہے بلکہ وہ ظرف ہے۔

ولاتفید الخ: اضافتِ لفظیہ اضافتِ معنویہ کی طرح تعریف وتخصیص کا فائدہ نہیں دیتی، بلکہ صرف لفظ میں تخفیف کا فائدہ دیتی ہے، یعنی اس سے تنوین اور نون تثنیہ وجمع ساقط ہوجاتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ کلمہ خفیف اور ہلکا ہوجاتا ہے۔

ومن ثم الخ: اس سے پہلے بیان کیا گیا کہ اضافتِ لفظیہ میں صرف تخفیف ہوتی ہے، تعریف وتخصیص نہیں ہوتی، اس پر تفریع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مررتُ برجلٍ حسنِ الوجہ جائز ہے، اس لئے کہ اضافت لفظیہ ہونے کی وجہ سے صرف تخفیف حاصل ہوئی تعریف وتخصیص نہیں، لہٰذا حسنٌ مضاف ہونے کے باوجود نکرہ ہی ہے، اس لئے یہ نکرہ رَجُلٍ کی صفت بن سکتا ہے، معرفہ کی صفت نہیں بن سکتا، صفت وموصوف کے درمیان مطابقت کے لازم ہونے کی وجہ سے؛ لہٰذا مَرَرْتُ بِزَیْدٍ حسن الوجہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ حسن نکرہ ہے مضاف ہونے کے باوجود اضافتِ لفظیہ ہونے کی وجہ سے اور یہاں پر زیدٍ کی صفت بن رہا ہے جو کہ معرفہ ہے، پس موصوف صفت میں مطابق باقی نہیں رہی، لہٰذا یہ جملہ صحیح نہیں ہے۔

کافیہ: صفحہ/٥٤

وَلَا یُضَافُ مَوْصُوْفٌ إِلٰی صِفَةٍ وَلَاصِفَةٌ إِلٰی مَوْصُوْفٍ. وَمِثْلُ مَسْجِدُ الْجَامِعِ وَجَانِبُ الْغَرْبِیِّ وَصَلٰوةُ الْأُوْلٰی وَبَقْلَةُ الْحَمْقَاءِ مُتَأَوَّلٌ وَمِثْلُ جَرْدُ قَطِیْفَةٍ وَاَخْلَاقُ ثِیَابٍ مُتَأَوَّلٌ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مذکورہ دونوں ضابطوں کو بالترتیب لکھتے ہوئے بتایئے کہ "اضافة الصفة إلي الموصوف" اور "اضافة الموصوف إلي الصفة"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کے ممنوع ہونے کی وجہ کیا ہے۔ (ج) مذکورہ مثالوں میں دونوں ضابطے ٹوٹ رہے ہیں آپ ہر ایک کی صحیح تاویل کیجئے۔

جواب:

(الف) عبارت با اعراب سوالیہ عبارت میں ملاحظہ ہو۔

ترجمہ: اور نہیں اضافت کی جاتی ہے کسی موصوف کی صفت کی جانب اور نہ صفت کی موصوف کی جانب اور مسجد الجامع، جانب الغربي، صلوٰۃ الاولٰي اور بقلة الحمقاء جیسی مثالوں میں تاویل کی گئی ہے اور جرد قطيفة اور اخلاق ثياب تاویل شدہ ہے۔

(ب) ضابطہ (۱): موصوف کی صفت کی جانب اضافت نہیں کی جاسکتی، کیونکہ صفت کے لئے لازم ہے کہ وہ اعراب میں موصوف کے مطابق ہو، پس اگر صفت مضاف الیہ ہو تو وہ مجرور ہو جائے گی، ایسی صورت میں صفت اعراب میں موصوف کے مطابق نہیں رہے گی، اور اس وجہ سے بھی کہ صفت عینِ موصوف ہوتی ہے، کیونکہ مثلاً زید العالم میں زید سے جو مراد ہے عالم سے بھی وہی شخص مراد ہے، اور مضاف مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے، ورنہ اضافت درست نہیں ہوگی، پس اگر صفت کو مضاف الیہ بنادیں گے تو صفت موصوف کا غیر ہو جائے گی، حالانکہ صفت عین موصوف ہے۔

ضابطہ (۲): صفت کی اضافت بھی موصوف کی جانب درست نہیں ہے، اس میں بھی وہی وجہ ہے کہ عینیت، غیریت میں بدل جائے گی، نیز صفت کے لئے ضروری ہے کہ وہ موصوف سے مؤخر ہو، پس اگر صفت کی موصوف کی طرف اضافت کی جائے گی تو صفت موصوف سے پہلے آجائے گی جو جائز نہیں ہے۔

(ج) مذکورہ مثالوں کی تاویل:

مَسجدُ الجامعِ: اس میں اَلْوَقْتُ مقدر ہے، تقدیری عبارت یہ ہے: مَسْجِدُ الْوَقْتِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الْجَامِعِ. پس یہاں پر موصوف مسجد نہیں ہے بلکہ الوقت مقدر ہے، اسی طرح دیگر مثالوں میں۔

جَانِبُ الْغَرْبِيِّ: اس میں اَلْمَكَانُ مقدر ہے، تقدیری عبارت یہ ہے: جَانِبُ الْمَكَانِ الْغَرْبِيِّ.

صَلٰوةُ الْأُوْلٰي: اس میں السَّاعَةُ مقدر ہے، تقدیری عبارت یہ ہے: صَلَاةُ السَّاعَةِ الْأُوْلٰي.

بَقْلَةُ الحمقاء: اس میں اَلْحَبَّةُ مقدر ہے، تقدیری عبارت ہے: بَقْلَةُ الْحَبَّةِ الْحَمْقَاءِ.

جرد قطيفة اور أخلاق ثيابٍ یہ دونوں بھی تاویل شدہ ہیں، یہ دونوں اضافۃ الصفۃ الی الموصوف والے قاعدے پر اعتراض کرنے کی مثالیں ہیں۔

جَرْدُ قَطِيفَةٍ اس کی اصل قَطِيفَةٌ جَرْدٌ (پرانی چادر) ہے۔ قَطِيفَةٌ موصوف کو حذف کر دیا گیا، اب صرف جَرْدٌ رہ گیا، جس میں ابہام پیدا ہوا کہ وہ پرانی چیز کیا ہے؟ جس طرح خاتم میں احتمال ہے کہ وہ چاندی کی ہے یا کسی اور دھات کی، پس خاتم میں تخصیص پیدا کرنے کے لئے اس کی اضافت فِضَّةٌ کی طرف کرکے خاتم فضةٍ کہا جاتا ہے، اسی طرح جَرْدٌ میں تخصیص پیدا کرنے کے لئے اس کی اضافت قَطِيفَةٌ کی طرف کرکے جَرْدُ قَطِيفَةٍ کہا گیا، اسی طرح ثِيَابٌ أَخْلَاقٌ سے ثیابٌ موصوف کو حذف کر دیا گیا، اب أخلاقٌ میں ابہام پیدا ہو گیا کہ وہ پرانی چیز کیا ہے؟ پس تخصیص پیدا کرنے کے لئے ثیاب کی جانب اضافت کر دی گئی، ان دو مثالوں میں جَرْدٌ اور اخلاقٌ کی اضافت اس حیثیت سے نہیں ہے کہ وہ صفت ہیں، بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ وہ جنسِ مبہم ہیں، تخصیص کے لئے اضافت کر دی گئی۔

کافیہ: صفحہ ۵۷

اَلنَّعْتُ تَابِعٌ يَدُلُّ عَلٰي مَعْنًي فِي مَتْبُوْعِهِ مُطْلَقًا وَفَائِدَتُهُ تَخْصِيْصٌ أَوْتَوْضِيْحٌ وَقَدْيَكُوْنُ لِمُجَرَّدِ الثَّنَاءِ أَوِالذَّمِّ أَوِالتَّوْكِيْدِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) تمام توابع کی تعریف کریں۔ (ج) مطلب بیان کریں اور بتائیں کہ صفت کن کن اُمور میں اپنے موصوف کے تابع ہوتا ہے؟

جواب:

(الف) عبارت با اعراب سوالیہ عبارت میں ملاحظہ ہو۔

ترجمہ: نعت وہ تابع ہے جو ایسے معنیٰ پر دلالت کرے جو اس کے متبوع میں ہے، ہر صورت میں اور اس (نعت) کا فائدہ تخصیص یا توضیح ہے، اور کبھی صرف تعریف، برائی یا تاکید کے لئے ہوتی ہے۔

(ب) تمام توابع کی تعریف:

توابع پانچ ہیں: نعت، معطوف بحرف، تاکید، بدل اور عطفِ بیان۔

(۱) نعت: نعت وہ تابع ہے جو ایسے معنیٰ پر دلالت کرے جو اس کے متبوع میں موجود ہوں، ہر حال میں یعنی کسی قید کے بغیر جیسے: جَاءَ رَجُلٌ عَالِمٌ.

(۲) معطوف بحرف: معطوف بحرف وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے ساتھ نسبت میں مقصود ہوتا ہے، یعنی نسبت سے تابع و متبوع دونوں مقصود ہوتے ہیں، اور ان دونوں کے درمیان دس حروف عطف میں سے کسی نہ کسی کا آنا ضروری ہے، جیسے: جَاءَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو.

(۳) تاکید: تاکید وہ تابع ہے جو فعل کی نسبت کو یا حکم کے تمام افراد کے شامل ہونے کو ایسا پختہ کرے کہ سامع کو کوئی شک باقی نہ رہے، جیسے: جَاءَ نِي زَيْدٌ زَيْدٌ.

(۴) بدل: بدل وہ تابع ہے جو متبوع کی طرف منسوب کی ہوئی چیز سے مقصود ہوتا ہے، نہ کہ متبوع، اس کو بطور تمہید کے بیان کیا جاتا ہے، جیسے: سُلِبَ زَيْدٌ ثَوْبُهُ.

(۵) عطف بیان: عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت تو نہ ہو مگر اپنے متبوع کو واضح کرتا ہو، جیسے: أَقْسَمَ بِاللّٰهِ أَبُو حَفْصٍ عُمَرُ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ج) مطلب:

النعت تابعٌ الخ: یہاں سے مصنفؒ توابع میں سے نعت یعنی صفت کو بیان فرمارہے ہیں، کہ صفت وہ تابع ہے جو ایسے معنیٰ پر دلالت کرے جو اس کے متبوع میں ہو، کسی قید کے بغیر جیسے: جَاءَ نِيْ زَيْدُ نِ الْعَالِمُ میرے پاس عالم زید آیا، اس مثال میں العالمُ زید کی صفت ہے، کیونکہ العالم تابع ہے اور وہ بغیر کسی قید کے ایسے صفتِ علم پر دلالت کررہا ہے جو اس کے متبوع یعنی زید میں موجود ہے مطلقاً کی قید کے ذریعہ تاکید سے احتراز کیا گیا ہے، کیونکہ تاکید بھی ایسے معنیٰ پر دلالت کرتا ہے جو اس کے متبوع میں ہے، لیکن وہ نسبت کی حالت کے ساتھ مقید ہے، اور صفت نسبت کی حالت کے ساتھ مقید نہیں ہے۔

وفائدته الخ: یہاں سے صفت کا فائدہ بیان کیا جارہا ہے، صفت چار چیزوں کا فائدہ دیتی ہے:

(۱) اگر نکرہ کی صفت لائی جائے تو تخصیص کا فائدہ دیتی ہے، جیسے: جَاءَ نِيْ رجلٌ عالمٌ اس مثال میں عالمٌ صفت ہے، جو موصوف رجلٌ کو خاص کررہا ہے، کیونکہ رجلٌ مرد کے تمام افراد کو شامل ہے لیکن جب عالمٌ کی قید لگادی تو اس میں تخصیص پیدا ہوگئی کہ میرے پاس وہ مرد آیا جو عالم ہے۔

(۲) اگر معرفہ کی صفت لائی جائے تو وہ توضیح کا فائدہ دیتی ہے، جیسے: زيدُ الكاتِبُ عِنْدَنَا. اس مثال میں الکاتب نے زید موصوف کی وضاحت کردی کیونکہ زیدٌ عندنا کہنے سے پتہ ہی نہیں چلے گا کہ کونسا زید ہمارے پاس ہے، لیکن جب الکاتب لایا گیا تو پتا چل گیا کہ اس سے وہ زید مراد ہے جو کاتب ہے۔

(۳) کبھی صفت صرف تعریف یا برائی کا فائدہ دیتی ہے، جیسے: بسم الله الرحمٰن الرحيم. اس میں الرحمٰن اور الرحیم جو اللہ کی صفت لائی گئی ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کی تعریف کے لئے لائی گئی ہے۔ اور أعوذ بالله من الشيطان الرجيم. اس میں الرجیم جو صفت لائی گئی ہے وہ الشیطان موصوف کی برائی اور مذمت کے لئے لائی گئی ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(۴) کبھی صفت صرف تاکید کے لئے لائی جاتی ہے، جیسے: نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ. اس میں واحدۃٌ صفت محض تاکید کے لئے لائی گئی ہے، کیونکہ نفخۃٌ موصوف میں تاءِ وحدت ایک مرتبہ پھونکنے پر دلالت کر رہی ہے، لیکن محض تاکید کے لئے واحدۃٌ اس کی صفت لائی گئی ہے۔

صفت کن کن اُمور میں موصوف کے تابع ہوتی ہے؟

صفت کی دو قسمیں ہیں: صفت بحال موصوف، صفت بحال متعلق موصوف۔

صفتِ بحال موصوف: دس چیزوں میں موصوف کے تابع ہوتی ہے: معرفہ، نکرہ، مذکر، مؤنث، مفرد، تثنیہ، جمع، مرفوع، منصوب، مجرور)۔

اور صفت بحالِ متعلق موصوف: صرف پانچ چیزوں میں موصوف کے تابع ہوتی ہے: رفع، نصب، جر، تعریف، تنکیر۔

کافیہ: صفحہ/ ٦٣

عَطْفُ الْبَيَانِ تَابِعٌ غَيْرُ صِفَةٍ يُوْضِحُ مَتْبُوْعَهُ مِثْلُ اَقْسَمَ بِاللّٰهِ أَبُوْحَفْصٍ عُمَرُ وَفَصْلُهُ مِنَ الْبَدَلِ لَفْظًا فِيْ مِثْلِ أَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبُكْرِيِّ بِشْرٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب کی وضاحت کرتے ہوئے بتائیں کہ البکر بشری میں بشر کو اگر بدل بنایا جائے تو کیا خرابی لازم آئے گی؟

جواب:

(الف) عبارت با اعراب سوالیہ عبارت میں ملاحظہ ہو۔

ترجمہ: عطف بیان ایسا تابع ہے جو صفت تو نہ ہو مگر اپنے متبوع کو واضح کرتا ہو جیسے: اَقْسَمَ بِاللّٰهِ ابو حفص عمر. اور بدل سے اس کا جدا ہونا لفظی اعتبار سے انا ابن التارک بشر جیسی مثالوں میں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ب) مطلب:

عطف البیان الخ: یہاں سے توابع میں سے عطف بیان کا ذکر ہے۔ عطف بیان ایسا تابع ہے جو حقیقت میں تو صفت نہیں ہوتا مگر صفت کی طرح اپنے متبوع کو واضح کرتا ہے جیسے: أُقْسِمَ بِاللّٰهِ أَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ. اس مثال میں عُمَرُ عطف بیان ہے ابوحفص کا، کیونکہ اس میں عمر، ابوحفص کی صفت تو نہیں ہے مگر ابوحفص کے بعد عمر لانے سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اس سے وہی مشہور صحابی مراد ہیں جن کا اسم گرامی عمر ہے۔ (ابوحفص حضرت عمرؓ کی کنیت ہے)۔

وفصله من البدل الخ: عطف بیان اور بدل کے درمیان لفظی اور معنوی دونوں طرح سے فرق ہوتا ہے، معنوی فرق تو یہ ہے کہ بدل میں مقصود تابع ہوتا ہے متبوع نہیں، لیکن عطف بیان میں دونوں مقصود ہوتے ہیں۔ البتہ دونوں کے درمیان لفظی فرق میں تھوڑی خفاءت ہے جو مذکورہ شعر سے واضح ہوتا ہے۔ اور مذکورہ شعر جیسی مثالوں سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں عطف بیان معرف باللام نہ ہو اور متبوع معرف باللام ہو۔ اور متبوع کی طرف کبھی صفت کے صیغے معرف باللام کی اضافت ہو رہی ہے۔

شعر کی وضاحت: مراد اسدی نامی ایک شخص نے قبیلۂ بنی بکر کے ایک شخص کو جنگ میں قتل کردیا جس کا نام بشر تھا، قبیلہ بنی بکر بہادری میں مشہور ہے، مراد فخر یہ کہتا ہے: أَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبِكْرِيِّ بِشْرٍ ❁ عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرْقُبُهُ وُقُوْعًا. (میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو قبیلہ بنی بکر کے بشر نامی بہادر شخص کو میدانِ کارزار میں قتل کر کے چھوڑ دینے والا ہے۔ اس حال میں گوشت خور پرندے اس پر گرنے کا انتظار کر رہے ہیں کہ اس کی روح بدن سے نکلے کہ اس کو کھا جائیں)۔

اس میں بشر البکری کا عطف بیان ہے، بدل نہیں ہوسکتا۔

بشر کو بدل بنانے کی صورت میں خرابی لازم آئے گی:

خرابی یہ لازم آئے گی کہ بدل تکریرِ عامل کے حکم میں ہوتا ہے۔ اگر بدل ہوگا تو عامل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کو مکرر ماننا ضروری ہوگا۔ اور عبارت اس طرح ہو جائی گی، أنا ابنُ التارکِ بِشرٍ. جبکہ یہ ترکیب جائز نہیں ہے۔ کیونکہ التارک بشر. الضارب زید کی طرح ہے۔ اور الضارب زید جائز اس لئے نہیں ہے کہ اس اضافت سے کوئی تخفیف حاصل نہیں ہو رہی ہے۔ اور الضاربُ سے جو تنوین حذف ہوئی ہے وہ الف لام کی وجہ سے ہوئی ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے، ورنہ فک اضافت کے وقت تنوین لوٹ آتی اور الضاربٌ پڑھا جاتا، حالانکہ وہ لوٹ کر نہیں آتی، لہٰذا التارکِ بِشرٍ جائز نہیں ہے۔

کافیه: صفحه/ ٦٤

اَلْـمَبْنِيُّ مَانَاسَبَ مَبْنِيَّ الْأَصْلِ أَوْ وَقَعَ غَيْرَ مُرَكَّبٍ وَأَلْقَابُهُ ضَمٌّ وَفَتْحٌ وَكَسْرٌ وَوَقْفٌ. وَحُكْمُهُ أَنْ لَايَخْتَلِفَ آخِرُهُ لِاخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مبنی کی قسمیں لکھنے کے بعد عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

جواب:

(الف) عبارت با اعراب سوالیہ عبارت میں ملاحظہ ہو۔

ترجمہ: مبنی وہ اسم ہے جو مبنی الاصل سے مناسبت رکھتا ہو یا غیر مرکب واقع ہو، اور اس کے (حرکتوں) کے القاب ضمہ، فتحہ، کسرہ اور وقف ہیں، اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے نہ بدلے۔

(ب) مبنی کی آٹھ قسمیں ہیں: مضمرات، اسمائے اشارات، اسمائے موصولات، مرکب بنائی، اسمائے کنایات، اسمائے افعال، اسمائے اصوات، بعض اسمائے ظروف۔

عبارت کا مطلب:

المبنی ماناسب الخ: یہاں سے مصنفؒ مبنی کو بیان فرما رہے ہیں، کہ مبنی وہ اسم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہے جو مبنی الاصل کے مشابہ ہو۔ یا اپنے غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو، جیسے: أَیْـنَ ھٰـذَا. یہ دونوں مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں، اس وجہ سے یہ دونوں مبنی ہیں، اور جیسے: زَیْدٌ، بِکْرٌ، وَاحِدٌ یہ سب غیر کے ساتھ مرکب ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں۔

وألقابه الخ: مبنی کے حرکات وسکنات کے نام ضمہ، فتحہ، کسرہ، اور وقف ہیں، یعنی جب مبنی کے حرکات کو تعبیر کریں گے تو ضمٌّ، فَتْحٌ، کَسْرٌ اور سکون میں وَقْفٌ کہیں گے۔

وحکمه الخ: مبنی کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عامل کے بدلنے سے نہیں بدلتا، جیسے: یَـذْھَبُ ھٰؤُلَاءِ إِلٰی السُّوْقِ. لَنْ یَّطْلُبَ الْقَاضِيُ ھٰؤُلَاءِ. لَمْ أَطْلُبْ عَمَّ ھٰؤُلَاءِ. ان مثالوں میں ھٰؤُلَاءِ مبنی ہے جس کی وجہ سے اس کا آخر عامل کے بدلنے سے نہیں بدل رہا ہے۔

کافیہ: صفحہ/ ۷۰

اَلْـمَـوْصُـوْلُ مَـالَایَتِـمُّ جُـزْءً اِلَّابِـصِـلَةٍ وَعَائِدٍ وَصِلَتُـهُ جُمْلَةٌ خَبْرِيَّةٌ. وَالْعَائِدُ ضَمِیْرٌ لَهُ. وَصِلَةُ الْاَلِفِ وَاللَّامِ اِسْمُ الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔ (ب) مطلب تحریر کریں۔

جواب:

(الف) عبارت با اعراب سوالیہ عبارت میں ملاحظہ ہو۔

ترجمہ: اسم موصول وہ اسم ہے جو جملہ کا پوری طرح جز نہیں بنتا، مگر صلہ اور عائد کے ساتھ اور اس کا صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے، اور لوٹنے والی ضمیر ہوتی ہے، اور الف لام (بمعنیٰ اللذی) کا صلہ اسم فاعل یا اسم مفعول ہوتا ہے۔

(ب) عبارت کا مطلب:

الموصول مالایتم الخ: مبنیات میں سے اسمائے موصولات بھی ہیں۔ اسم موصول وہ اسم ہے جو صلہ اور عائد کے بغیر جملے کا جزء تام نہ بن سکے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اور اس کا صلہ جملہ خبر یہ ہی ہوگا۔ جملہ انشائیہ نہیں ہوسکتا، اور عائد صلہ میں ایک ضمیر ہوتی ہے، جو اسم موصول کی طرف لوٹتی ہے، جیسے: جَاءَ اللذی اَبُوْهُ عَالِمٌ. (وہ شخص آیا جس کا باپ عالم ہے) اس میں صلہ، ابو عالم ہے جو جملہ اسمیہ خبر یہ ہے، جس میں ابوہ کی ہُ ضمیر اللذی اسم موصول کی طرف لوٹ رہی ہے۔

اور الف لام اسمی جو اسم فاعل یا اسم مفعول پر داخل ہوتا ہے اور اللذی کے معنیٰ میں ہوتا ہے اس کا صلہ خود وہ اسم فاعل یا اسم مفعول ہوتا ہے، اس وقت اسم فاعل ماضی معروف کے معنیٰ میں اور اسم مفعول ماضی مجہول کے معنیٰ میں ہوتا ہے، جیسے: اَلضَّارِبُ، اللذي ضَرَبَ کے معنیٰ میں ہے اور اَلْمَضْرُوْبُ. اللذی ضُرِبَ کے معنیٰ میں ہے۔

کافیه: صفحه / ۷۲

وَأَيٌّ وَأَيَّةٌ وَهِيَ مُعْرَبَةٌ وَحْدَهَا إِلَّا إِذَا حُذِفَ صَدْرُ صِلَتِهَا وَفِي مَاذَا صَنَعْتَ وَجْهَانِ. أَحَدُهُمَا مَا اللَّذِي وَجَوَابُهُ رَفْعٌ. وَالْآخَرُ أَيُّ شَيْءٍ وَجَوَابُهُ نَصْبٌ.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کریں۔ (ب) أي أيّةٌ کن اُمور میں مَــنْ کی طرح ہیں۔ اور صــدر صلتها کی کیا مراد ہے بوضاحت لکھیں۔ (ج) مــاذا صــنعتَ کی دونوں صورتوں کے جواب کا اعراب کیا ہوگا، بوضاحت لکھیں؟

جواب:

(الف) عبارت با اعراب سوالیہ عبارت میں ملاحظہ ہو۔

ترجمہ: اور اَيٌّ وَأَيَّةٌ. مَنْ کی طرح ہیں۔ اور صرف یہی دونوں معرب ہیں، مگر جبکہ ان کے صلہ کا شروع حصہ حذف کر دیا جائے۔ اور ماذا صنعت میں دو وجہیں ہیں۔ ان میں سے ایک ما اللذي ہے اور اس کا جواب رفع ہے، اور دوسری وجہ أَيُّ شَيْءٍ ہے اور اس کا جواب نصب ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ب) أيّ اور أيّة کن اُمور میں مَنْ کی طرح ہیں؟

أيٌّ اور أيّةٌ میں سے ہر ایک مَـنْ کی طرح، موصولہ، استفہامیہ، شرطیہ، اور موصوفہ ہوتا ہے۔ جیسے: أَيُّهُـمْ أَشَـدُّ عَـلـى الـرحـمٰنِ عِتِيًّا. اس میں أيّ موصولہ ہے، أَيُّهُـمْ أَيَّتُهُمْ عِنْدَکَ اس میں أيّ، أيّةٌ استفہامیہ ہے، أَيًّـا مَـاتَدْعُوْا. اس میں أيٌّ شرطیہ ہے، يَـاأَيُّهَا الرَّجُلُ. اس میں أيٌّ موصوفہ ہے۔

صَـدْرُ صِـلَتِهَا کی مراد: ان کے صلہ کا شروع حصہ حذف کردیا جائے، مثلاً: أَيُّهُمْ أَشَـدُّ عَلىٰ الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا. اسکی اصل، أَيُّهُمْ هُوَ أَشَدُّ الخ ہے، اس میں هُوَ أَشَدُّ الخ جو صلہ ہے اس کے شروع کا جز هُوَ محذوف ہے، اس وجہ سے وہ مبنی ہوگا۔

(ج) ماذا صنعت کی دونوں صورتوں کا اعراب۔

اس میں دو احتمال ہے: (١) مـا استفہامیہ ہو اور ذا بمعنیٰ الـلـذی ہو تو مطلب ہوگا، ما اللذی صنعت. اس صورت میں اس کا جواب مرفوع ہوگا، تاکہ جواب سوال کے مطابق ہوجائے، کیونکہ سوال کی ترکیب ہے۔ مَـا استفہامیہ مبتدا الـلـذی اسم موصول، صنعت صلہ، موصول صلہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ استفہامیہ خبریہ پس جب سوال مرفوع ہے تو جواب بھی مرفوع ہونا چاہئے، تاکہ جواب سوال کے موافق ہوجائے۔

(٢) دوسرا احتمال یہ ہے کہ مـاذا. اسم واحد کے درجے میں ہوکر أيّ شَـيْءٍ کے معنیٰ میں ہو، یا مَا بمعنیٰ أيّ شَيْءٍ ہو اور ذَا زائدہ ہو، منصوب ہوگا، صَـنـعـتَ کا مفعول ہونے کی وجہ سے، تاکہ جواب سوال کے مطابق ہوجائے، پس جواب ہوگا: صَنَعْتُ خَيْرًا.

کافیه: صفحه/٧٥

وَلَهُمَا صَدْرُ الْکَلَامِ وَکِلَاهُمَا يَقَعُ مَرْفُوْعًا وَمَنْصُوْبًا وَمَجْرُوْرًا. فَکُلُّ مَّـابَـعْـدَهُ فِـعْـلٌ غَيْـرُ مُشْتَغِلٍ عَنْهُ بِضَمِيْرِهٖ کَانَ مَنْصُوْبًا مَعْمُوْلًا عَلىٰ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حَسَبِهٖ وَكُلُّ مَّاقَبْلَهٗ حَرْفُ جَرٍّ. أَوْمُضَافٌ فَمَجْرُوْرٌ وَإِلَّا فَمَرْفُوْعٌ مُبْتَدَأٌ إِنْ لَمْ يَكُنْ ظَرْفًا وَخَبَرٌ إِنْ كَانَ ظَرْفًا.

(الف) عبارت بااعراب لکھیں۔ (ب) ترجمہ کریں۔ (ج) مطلب تحریر کریں۔

جواب:

(الف) عبارت بااعراب سوالیہ عبارت میں ملاحظہ ہو۔

(ب) **ترجمہ:** اوران دونوں کے لئے صدارتِ کلام ہے، اوروہ دونوں کبھی مرفوع ہوتے ہیں اور کبھی منصوب اور کبھی مجرور، پس ہروہ کَمْ جس کے بعد ایسا فعل ہوجو اس کَمْ کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے اس میں عمل کرنے سے اعراض کرنے والا نہ ہوتو وہ کَمْ منصوب ہوگا، اپنے عامل کے مطابق معمول ہونے کے طور پراور ہر وہ کم جس سے پہلے حرفِ جر یا مضاف ہوتو وہ مجرور ہوگا ورنہ مرفوع ہوگا، پھر وہ کم مبتدا ہوگا اگر اس کی تمیز ظرف نہ ہواور خبر ہوگا اگر اس کی تمیز ظرف ہو۔

(ج) عبارت کا مطلب:

ولها صدر الكلام الخ: کم استفہامیہ اور کم خبریہ دونوں صدارتِ کلام کو چاہتے ہیں یعنی شروع میں آنا چاہتے ہیں، تاکہ کلام کا ازقبیلِ استفہام ہونا یا ازقبیلِ خبر ہونا پہلے ہی سے معلوم ہوجائے۔

وكلاهما يقع الخ: کم استفہامیہ اور کم خبریہ محلاً کبھی تو مرفوع ہوتے ہیں اور کبھی منصوب اور کبھی مجرور۔

منصوب ہونے کی صورت: اگر دونوں کے بعد ایسا فعل متعدی آئے جو کم کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے کم میں عمل کرنے سے اعراض نہ کرے تو ایسا کم فعل مذکور کے عمل کے موافق منصوب ہوتا ہے یعنی کبھی مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے جیسے: كَمْ يَوْمًا سِرْتَ. اس میں کم مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ اور کبھی مفعول بہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہونیکی وجہ سے منصوب ہوگا، جیسے: کَمْ رَجُلًا اکرمتَ. اس میں کم مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، غرض جس طرح فعل مذکور کا تقاضہ ہوگا اسی طرح کم کا اعراب ہوگا۔

مجرور ہونے کی صورت: اگر کَمْ سے پہلے حرفِ جر ہو یا مضاف ہو تو اس صورت میں کَم محلًا مجرور ہوگا۔ جیسے: بِکَمْ دِرْهَمًا اِشْتَرَيْتَ هٰذَا الْعَبْدَ. یہ حرفِ جر ہونے کی مثال ہے، اور غُلَامُ کَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ (تو نے کتنے آدمی کے غلام کو مارا) میں مضاف کا پہلے ہونا بیان کیا گیا ہے۔

مرفوع ہونے کی صورت:

اگر مذکورہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو پھر کم محلًا مرفوع ہوگا۔ اگر اس کی تمیز ظرف نہ ہو تو اس صورت میں کم مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا، جیسے: کَمْ رَجُلًا إِخْوَتُکَ اور اگر اس کی تمیز ظرف ہو تو پھر خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔ جیسے: کَمْ يَوْمًا سَفَرُکَ.

کافیہ: صفحہ/۸۶

اَلْمَصْدَرُ اِسْمٌ لِلْحَدَثِ الْجَارِيْ عَلَي الْفِعْلِ وَهُوَ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ سَمَاعٌ وَمِنْ غَيْرِهٖ قِيَاسٌ وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهٖ مَاضِيًا وَغَيْرَهٗ إِذَا لَمْ يَكُنْ مَفْعُوْلًا مُطْلَقًا. وَلَايَتَقَدَّمُ مَعْمُوْلُهٗ عَلَيْهِ وَلَايُضْمَرُ فِيْهِ وَلَايَلْزَمُ ذِكْرُ الْفَاعِلِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) مصدر کی تعریف کرکے ذکر کردہ مسائل کو الگ الگ لکھیں۔ (ج) مفعول مطلق کی تعریف کریں۔

جواب:

(الف) عبارت با اعراب سوالیہ عبارت میں ملاحظہ ہو۔

ترجمہ: مصدر اس نئی چیز کا نام ہے جو فعل پر جاری ہونے والی ہے اور وہ ثلاثی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مجرد سے سماعی ہے اور اس کے علاوہ سے قیاسی، اور مصدر اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے خواہ وہ ماضی کے معنیٰ میں ہو یا اس کے علاوہ کے، جبکہ مفعول مطلق نہ ہو، اور اس کا معمول اس پر مقدر نہیں ہوگا، اور نہ اس میں ضمیر ہوتی ہے اور اس کے فاعل کا ذکر بھی لازم نہیں ہوتا۔

(ب) مصدر کی تعریف: مصدر معنیٰ حدثی کا نام ہے یعنی اس معنیٰ کا نام ہے جو نیا پیدا ہوا ہو اور غیر کے ساتھ قائم ہو خواہ وہ اس کے غیر سے صادر ہوا ہو یا صادر نہ ہوا ہو، اور مصدر فعل پر جاری ہوتا یعنی اُس سے فعل بنایا جاتا ہے، پھر وہ مفعول مطلق بن کر فعل کی تاکید، وضاحت، یا تعداد بیان کرتا ہے۔

عبارت میں ذکر کردہ مسائل کی الگ الگ وضاحت:

وهو من الثلاثي الخ: ثلاثی مجرد سے مصدر کے اوزان سماعی ہیں، کہ اہلِ عرب سے جیسا سنا گیا ویسے ہی ہیں، اور ثلاثی مجرد کے علاوہ سے مصدر کے اوزان قیاسی ہیں، ان کے بنانے کے قاعدے مقرر ہیں۔

ويعمل الخ: مصدر اپنے فعل کی طرح عمل کرتا ہے، اگر فعل لازم کا مصدر ہے تو صرف فاعل کو رفع دے گا جیسے: أَعْجَبَنِي قِيَامُ زَيْدٍ. اس مثال میں قیام فعل لازم کا مصدر ہے اس لئے وہ صرف فاعل زید کو رفع دے رہا ہے، زید محلاً مرفوع ہے، قیام کا فاعل ہونے کی وجہ سے، لیکن اضافت کی وجہ سے اس پر جر آرہا ہے۔

اور اگر فعل متعدی کا مصدر ہے تو فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دے گا۔ جیسے: اَعْجَبَنِي ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْرواً اس مثال میں ضرب فعل متعدی کا مصدر ہے اس لئے وہ فاعل زید کو محلاً رفع دے رہا ہے اور عمرو کو نصب دے رہا ہے۔ وہ مصدر خواہ ماضی کے معنیٰ میں ہو یا حال و استقبال کے معنیٰ میں ہر حال میں عمل کرتا ہے، کسی خاص معنیٰ کی شرط نہیں ہے البتہ ایک شرط ہے کہ وہ مصدر مفعول مطلق نہ ہو، کیونکہ اس صورت میں اس کا فعل موجود یا مقدر ہوگا۔ اور فعل کے ہوتے ہوئے مفعول مطلق کو عمل دینا درست نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ولا یتقدم معمولہ الخ: مصدر کا معمول مصدر سے مقدم نہیں ہوسکتا، کیونکہ مصدر عامل ضعیف ہے اور عامل ضعیف اپنے معمول مقدم پر عمل نہیں کرسکتا۔

اور مصدر میں فاعل کی ضمیر پوشیدہ اور مستتر نہیں ہوتی، اور نہ ہی مصدر کے فاعل کا ذکر ضروری ہوتا ہے، کیونکہ مصدر کا تصور فاعل پر موقوف نہیں ہے کہ اس کو ذکر کئے بغیر مصدر کا وجود ہی نہ ہو۔

(ج) مفعول مطلق کی تعریف: مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو اپنے ہم معنیٰ فعل کے بعد واقع ہو۔

کافیہ: صفحہ ۸۷/

وَصِيْغَتُهُ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ عَلٰى فَاعِلٍ وَمِنْ غَيْرِهِ عَلٰى صِيْغَةِ الْمُضَارِعِ بِمِيْمٍ مَضْمُوْمَةٍ وَكَسْرِ مَاقَبْلَ الْآخِرِ نَحْوُ مُدْخِلٍ وَمُسْتَغْفِرٍ وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهِ بِشَرْطِ مَعْنَى الْحَالِ وَالْاِسْتِقْبَالِ وَالْاِعْتِمَادِ عَلٰى صَاحِبِهِ أَوِ الْهَمْزَةِ أَوْمَا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ج) اسم فاعل کے عمل کرنے کی جملہ شرطیں مع مثال لکھیں۔

جواب:

(الف) عبارت با اعراب سوالیہ عبارت میں ملاحظہ ہو۔

ترجمہ: اور اس کا وزن ثلاثی مجرد سے فاعلٌ کے وزن پر آتا ہے اور ثلاثی مجرد کے علاوہ سے مضارع کے وزن پر میم کے مضموم اور آخر کے ماقبل کسرہ ہونے کے ساتھ جیسے: مُدْخِلٌ، مُسْتَغْفِرٌ اور وہ (اسم فاعل) اپنے فعل کی طرح عمل کرتا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ حال یا استقبال کے معنیٰ میں ہو اور اپنے صاحب یا ہمزہ پر یا پھر ما پر اعتماد کئے ہوئے ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ب) اسم فاعل کے عمل کرنے کی شرطیں مع امثلہ:

اسم فاعل کے عمل کرنے کی دو شرطیں ہیں:

(۱) اسمِ فاعل حال یا استقبال کے معنیٰ میں ہو۔ اگر ماضی کے معنیٰ میں ہوگا تو عمل نہیں کر سکے گا، کیونکہ اسم فاعل فعل مضارع کے ساتھ صورۃً و معنیً مشابہت رکھنے کی وجہ سے ہی عمل کرتا ہے، پس ضروری ہے کہ وہ حال یا استقبال کے معنیٰ میں ہو، تاکہ مضارع کے مشابہت معنوی متحقق ہو جائے۔

(۲) اسم فاعل سے پہلے چھ چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ہو، وہ چھ چیزیں یہ ہیں: مبتدا، ذوالحال، موصوف، اسمِ موصول، ہمزہ، استفہام اور حرفِ نفی۔

مبتدا کی مثال: زَيْدٌ قَائِمٌ أَبُوْهُ. اس میں اسم فاعل قَائِمٌ سے پہلے زَيْدٌ مبتدا ہے۔

ذوالحال کی مثال: جَاءَ نِي زَيْدٌ رَاكِبًا غُلَامُهُ فَرَسًا. (زید میرے پاس آیا اس حال میں کہ اس کا غلام گھوڑے پر سوار تھا) اس میں اسم فاعل سے پہلے ذوالحال ہے اور زیدٌ ہے۔

موصوف ہونے کی مثال: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَارِبٍ أَبُوْهُ بَكْرًا. اس میں اسم فاعل سے پہلے رَجُلٍ موصوف ہے۔

اسم موصول ہونے کی مثال: جَاءَ نِي الْقَائِمُ أَبُوْهُ (میرے پاس وہ شخص آیا جس کا باپ کھڑا ہے) اس میں اسم فاعل سے پہلے وہ الف لام ہے جو اللذی اسم موصول کے معنیٰ میں ہے۔

ہمزہ استفہام کی مثال: أَضَارِبٌ زَيْدٌ عَمْرواً اس میں اسم فاعل سے پہلے ہمزۂ استفہام ہے۔

حرفِ نفی کی مثال: مَاقَائِمٌ زَيْدٌ. اس میں اسم فاعل سے پہلے مَا نافیہ ہے۔

کافیہ: صفحہ/۹۱

اِسْمُ التَّفْضِيْلِ مَااشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لِمَوْصُوْفٍ بِزِيَادَةٍ عَلٰي غَيْرِهٖ وَهُوَ اَفْعَلُ وَشَرْطُهُ أَنْ يُبْنٰى مِنْ ثُلَاثِيٍّ مُجَرَّدٍ لِيُمْكِنَ مِنْهُ وَلَيْسَ بِلَوْنٍ وَلَاعَيْبٍ لِأَنَّ مِنْهُمَا اَفْعَلَ لِغَيْرِهٖ مِثْلُ زَيْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ (ب) عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال (۶۲) ص (۲۱۸)

وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمَفْهُوْمِ مِنَ الْاِسْمِ بِالْجُمْلَةِ وَبَيْنَ الْمَاهِيَةِ الَّتِيْ تُفْهَمُ مِنَ الْحَدِّ بِالتَّفْصِيْلِ غَيْرُ قَلِيْلٍ فَاِنَّ كُلَّ مَنْ خُطُوْبَ بِاسْمٍ فَهِمَ فَهْمًا مَّا وَوَقَفَ عَلَى الشَّيْءِ الَّذِيْ يَدُلُّ عَلَيْهِ الْاِسْمُ اِذَا كَانَ عَالِمًا بِاللُّغَةِ وَاَمَّا الْحَدُّ فَلَايَقِفُ عَلَيْهِ اِلَّا الْمُرْتَاضُ بِصَنَاعَةِ الْمَنْطِقِ فَالْمَوْجُوْدَاتُ لَمَّا كَانَ لَهَا حَقَائِقُ وَالْمَفْهُوْمَاتُ فَلَهَا حُدُوْدٌ حَقِيْقِيَّةٌ وَاسْمِيَّةٌ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): مذکورہ عبارت کی تشریح کریں۔

(ج): فالموجودات سے شارح کیا بیان کر رہے ہیں وضاحت کے ساتھ لکھیں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ**: اور فرق اجمالی مفہوم اور اس ماہیت کے درمیان جو حد سے بالتفصیل مفہوم سے کم نہیں ہے اس لئے کہ ہر وہ شخص جس کو کسی اسم کے ساتھ خطاب کیا گیا ہو وہ اس اسم سے کچھ نہ کچھ سمجھ لے گا اور اس شئ پر مطلع ہو جائے گا جس پر اسم دلالت کرتا ہے بشرطیکہ وہ لغت کا عالم ہو اور بہر حال حد، تو اس پر ماہر فی المنطق کے علاوہ کوئی واقف نہیں ہوسکتا ہے پس موجودات کے لئے چونکہ حقائق اور مفہومات دونوں ہیں اس لئے ان کے لئے حدودِ حقیقیہ اور حدودِ اسمیہ دونوں ہوں گی۔

(ب): شارح کہتے ہیں کہ اسم مفہوم اجمالی اور اس ماہیت کے درمیان جو حد سے بالتفصیل سمجھی جاتی ہے فرق ہے اور یہ فرق بیان کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ مصنفؒ نے ما کی دو قسمیں بیان کی ہیں: ایک یہ ہے کہ جس کے ذریعے اسم کے مفہوم کو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

طلب کیا جاتا ہے۔ دوسرا وہ ما جس کے ذریعے مسمی کی ماہیت طلب کی جاتی ہے، بقول بعض یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اس کا دفعیہ کرتے ہوئے شارح نے کہا کہ یہ دونوں ایک چیز نہیں ہیں، بلکہ مختلف ہیں۔ اور بعض نے یوں کہا ہے کہ حد اور محدود ذات کے اعتبار سے متحد ہیں اگرچہ اجمال و تفصیل کے اعتبار سے مختلف ہیں اور جب ایسا ہے تو حد بیان کرنے سے کیا فائدہ ہے خواہ حد اسمی ہو یا حد حقیقی۔ شارح نے اسی کا دفعیہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کے مفہوم اجمالی اور اس ماہیت کے درمیان جو لفظ حد سے بالتفصیل سمجھی جاتی ہے، بہت بڑا فرق ہے اِس طور پر کہ کسی شخص کو ایک اسم اور لفظ کے ساتھ خطاب کیا جائے گا تو وہ شخص اگر لغت جاننے والا ہوگا تو اس لفظ سے کوئی مفہوم ضرور سمجھے گا اور اس لفظ کے مدلول سے اجمالی طور پر ضرور واقف ہوگا۔

(ج): فالموجودات سے شارح موجودات اور معدومات کی حدود کے درمیان فرق کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ موجودات کے لئے حدودِ حقیقیہ اور حدودِ اسمیہ دونوں ہوتی ہیں اور معدومات کے لئے صرف حدودِ اسمیہ ہوتی ہیں، حدودِ حقیقیہ نہیں ہوتیں۔ پہلے آپ یہ جان لیں کہ موجودات سے مراد وہ اُمور ہیں جو نفس الامر میں ثابت ہوں متحقق فی الخارج مراد نہیں ہیں اور حقائق سے مراد وہ ماہیات ہیں جو ذاتیات سے مرکب ہوتی ہیں اور مفہومات سے مراد وہ صورتیں ہیں جو عقل میں حاصل ہوں جن کا الفاظ سے ادراک کیا گیا ہو۔ پس موجودات کے لئے چونکہ حقائق بھی ہوتے ہیں اور مفہومات بھی اِس لئے موجودات کے لئے حدودِ حقیقیہ اور حدودِ اسمیہ دونوں ہوسکتی ہیں چنانچہ اگر موجودات کا وجود خارجی معلوم ہے تو ان کے لئے حدِّ حقیقی ہوگی اور اگر ان کا وجودِ خارجی معلوم نہیں ہے تو ان کے لئے حدِّ اسمی ہوگی اور معدومات کے صرف مفہومات ہوتے ہیں، حقائق بالکل نہیں ہوتے تو اس لئے معدومات کی حدودِ اسمیہ تو ہوسکتی ہیں حدودِ حقیقیہ نہیں ہوسکتیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سوال (۶۳) ص (۲۲۸)

ثُمَّ الْاَمْرُ قَالَ السَّكَّاكِيُّ حَقُّهُ الْفَوْرُ لِاَنَّهُ الظَّاهِرُ مِنَ الطَّلَبِ عِنْدَ الْاِطْلَاقِ كَمَا فِي الْاِسْتِفْهَامِ وَلِتَبَادُرِ الْفَهْمِ عِنْدَ الْاَمْرِ بِشَيْءٍ بَعْدَ الْاَمْرِ بِخِلَافِهِ اِلٰى تَغْيِيْرِ الْاَمْرِ الْاَوَّلِ دُوْنَ الْجَمْعِ بَيْنَ الْاَمْرَيْنِ وَاِرَادَةِ التَّرَاخِيْ وَفِيْهِ نَظَرٌ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔

(ب): عبارت کی تشریح کریں۔

(ج): وفیہ نظر سے مصنف کیا کہنا چاہتے ہیں واضح کریں۔

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** پھر امر، سکاکی نے کہا کہ امر کا حق علی الفور ہے اس لئے کہ اطلاق کے وقت طلب سے یہی ظاہر ہے جیسا کہ استفہام میں ہے اور اس لئے کہ ایک شئ کے امر کے وقت اس خلاف کے امر کے بعد ذہن امر اول کے متغیر کرنے کی طرف منتقل ہوجاتا ہے نہ کہ دو امروں کو جمع کرنے اور تراخی کے ارادہ کی طرف اور اس میں نظر ہے۔

(ب): مصنفؒ کہتے ہیں فاضل سکاکیؒ کا مذہب یہ ہے کہ صیغۂ امر کا وجوب علی الفور ہے یعنی صیغۂ امر اس پر دلالت کرتا ہے کہ فعل مامور بہ کے حصول کا وجوب ورودِ امر کے اوّل اوقاتِ امکان میں ثابت ہو یعنی صیغۂ امر کے مقتضی پر ورودِ امر کے بعد فوراً عمل کرنا واجب ہے ہاں اگر تراخی پر قرینہ موجود ہو تو ایسی صورت میں تراخی بھی جائز ہوگی، ورودِ امر کے بعد علی الفور وجوب کے ثابت ہونے پر سکاکی نے دو دلیلیں ذکر کی ہیں۔ پہلی دلیل تو یہ ہے کہ جب تراخی مراد ہونے پر قرینہ موجود نہ ہو تو طلب سے یہ ظاہر ہے کہ امر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

نے مقتضٰی پر علی الفور عمل کرنا واجب ہو، کیونکہ طبیعت اِس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ جس چیز کو طلب کیا گیا ہے وہ فوری طور پر واقع ہو مثلاً جب کوئی شخص کہے: اسقنی مجھے پانی پلاؤ تو اس سے مراد یہ ہے کہ اسی وقت پانی پلاؤ جیسا کہ استفہام اِس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ مستفہم عنہ فوری جواب دے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو ایک چیز کا امر کرے پھر اس کے بعد ایسی دوسری چیز کا امر کرے جو پہلے کی ضد ہو تو ایسی صورت میں ذہن اِس طرف منتقل ہوتا ہے کہ آمر نے پہلا امر بدل دیا ہے نہ تو اس طرف ذہن منتقل ہوتا ہے کہ آمر نے جوازِ تراخی کا ارادہ کیا ہے اور نہ اس طرف ذہن منتقل ہوتا ہے کہ آمر نے دونوں امروں کو جمع کرنے کا ارادہ کیا اور جب ذہن اِس طرف منتقل ہوتا ہے کہ آمر نے امر اول کو بدل دیا ہے تو اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ آمر کا موجب علی الفور ثابت ہے۔

(ج): مصنفؒ کہتے ہیں کہ سکاکیؒ کی ذکر کردہ دونوں دلیلوں میں سے ہر ایک میں نظر ہے۔ کیونکہ جب مقام قرائن سے خالی ہو اس وقت ہم ظہور اور تبادر کو تسلیم نہیں کرتے ہیں، یعنی ظہور اور تبادر اس وقت ہوتا ہے جب اس پر قرینہ موجود ہو اور اگر قرینہ نہ ہو تو اس وقت طلب سے نہ فوریت ظاہر ہے اور نہ امر اول کی تبدیلی کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے اور رہی مذکورہ مثال تو اس میں فوریت پر قرینہ موجود ہے۔ حاصل یہ ہے کہ فوریت اور تراخی دونوں قرائن سے مستفاد ہوتے ہیں اور جب قرائن نہ ہوں تو امر سے مطلقاً طلبِ ماہیت مراد ہوگی۔

سوال (۶۴) ص (۲۴۰)

وَاَمَّا كَمَالُ الْاِتِّصَالِ بَيْنَ الْجُمْلَتَيْنِ فَلِكَوْنِ الثَّانِيَةِ مُؤَكِّدَةً لِلْاُوْلٰى تَاكِيْدًا مَعْنَوِيًّا لِدَفْعِ تَوَهُّمِ تَجَوُّزٍ اَوْغَلَطٍ نَحْوُ لَارَيْبَ فِيْهِ فَاِنَّهٗ لَمَّا بُوْلِغَ فِيْ وَصْفِهٖ اَيْ فِيْ وَصْفِ الْكِتَابِ بِبُلُوْغِهٖ مُتَعَلِّقٌ بِوَصْفِهٖ اَيْ فِيْ اَنْ وُصِفَ بِاَنَّهٗ بَلَغَ الدَّرَجَةَ الْقُصْوٰى فِي الْكَمَالِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب): مذکورہ عبارت کی تشریح کیجئے۔

(ج): "فانہ لما بولغ" سے شارح کیا فرمارہے ہیں، اس کی وضاحت کریں؟

الجواب:

(الف): **ترجمہ**: اور بہر حال دو جملوں کے درمیان کمالِ اتصال سو اس لئے کہ جملہ ثانیہ جملہ اولیٰ کے لئے تاکید معنوی کی صورت میں مؤکد ہو مجاز یا غلطی کے وہم کو دُور کرنے کے لئے جیسے: "لَا رَيْبَ فِيهِ" کیونکہ جب تک تعریف میں مبالغہ کیا گیا اس کے پہنچنے کے ساتھ یہ وصفہ سے متعلق ہے یعنی اس بارے میں کہ وہ اس وصف کے ساتھ متصف ہے کہ وہ پہنچ گئی ہے انتہائی درجہ کے کمال میں۔

(ب): مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ دوسری صورت کمالِ اتصال کی ہے یعنی دو جملوں کے درمیان کمالِ اتصال بھی عطف بالواؤ اور وصل کے لئے مانع ہے۔ کمالِ اتصال تین صورتوں میں متحقق ہوتا ہے: (۱) دوسرا جملہ پہلے جملہ کے لئے تاکید واقع ہو خواہ تاکیدِ معنوی واقع ہو یا تاکید لفظی واقع ہو (۲) جملہ ثانیہ جملہ اولیٰ سے بدل واقع ہو (۳) جملہ ثانیہ جملہ اولیٰ کے لئے بیان واقع ہو۔ یہاں سے مصنفؒ نے تاکید معنوی کو بیان کیا ہے یعنی جملہ ثانیہ جملہ اولیٰ کے لئے تاکیدِ معنوی واقع ہو تو بھی ان دو جملوں کے درمیان کمالِ اتصال ہوگا اور کمالِ اتصال کی وجہ سے عطف بالواؤ اور وصول ناجائز ہوگا۔ شارح کہتے ہیں کہ تاکید معنوی کو اس لئے لایا جاتا ہے تاکہ اس کے ذریعے مجاز یا غلطی کے وہم کو دُور کیا جاسکے یعنی متکلم کے کلام سے بعض مرتبہ سامع کے اس وہم کو دُور کرنے کے لئے متکلم اپنے کلام کو تاکید معنوی لاکر مؤکد کر دیتا ہے مثلاً متکلم نے کہا: جاءزید سامع کو یہ وہم ہوا کہ زید بذاتِ خود نہیں آیا ہوگا بلکہ اس کا کوئی دوست آیا ہوگا، مگر متکلم نے مجازاً زید کے دوست کو زید کے ساتھ تعبیر کر دیا ہے، یعنی متکلم کے کلام میں زید سے مجازاً اس کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

دوست مراد ہے، پس متکلم نے سامع کے اس وہم کو دور کرنے کے لئے تاکید معنوی کے ساتھ جاءزید نفسہ یاعینہ کہا یعنی زید ہی آیا ہے اس کا دوست نہیں آیا۔

(ج): فانہ لما بولغ: سے شارح نے ذالک الکتاب کے لئے لاریب فیہ کے تاکید معنوی ہونے کو بیان کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ ذالک اسمِ اشارہ مبتدا ہے اور الکتاب خبر معروف باللام ہے، اسمِ اشارہ چونکہ مشاہد محسوس کے لئے وضع کیا گیا ہے، اِس لئے اِسمِ اشارہ کے ذریعہ مشارٌ الیہ اپنے علاوہ تمام چیزوں سے ممتاز ہوگا اور جب مشارٌ الیہ تمام چیزوں سے ممتاز ہوگیا تو وہ غایت درجہ قابلِ اعتناء اور قابلِ توجہ ہوگا اور ذالک اسم اشارہ چونکہ بعید کی طرف اشارہ کرنے کے لئے آتا ہے اِس لئے مشارٌ الیہ کی تعظیم اور اس کے عالی مرتبہ ہونے پر دال ہے اور مشارٌ الیہ کی تعظیم اور علوِ مرتبہ کا وسیلہ ہے مبتدا بنانا ہے اور اس کی خبر کتاب کو معرف باللام لایا گیا ہے جو حصر پر دال ہے جیسے: حاتم الجواد۔

سوال (۶۵) ص (۲۴۵)

وَاَمَّا كَوْنُهَا اَیِ الْجُمْلَةِ الثَّانِيَةِ كَالْمُنْقَطِعَةِ عَنْهَا اَیْ عَنِ الْاُوْلٰی فَلِكَوْنِ عَطْفِهَا عَلَيْهَا اَیِ الثَّانِيَةِ عَلَى الْاُوْلٰی مُوْهِمًا لِعَطْفِهَا عَلٰى غَيْرِهَا مِمَّا لَيْسَ بِمَقْصُوْدٍ وَشَبَّهَ هٰذَا الْكَمَالَ الْاِنْقِطَاعَ بِاِعْتِبَارِ اِشْتِمَالِهٖ عَلٰى مَانِعٍ مِنَ الْعَطْفِ اِلَّا اَنَّهٗ لَمَّا كَانَ خَارِجِيًّا يُمْكِنُ رَفْعُهٗ بِنَصْبِ قَرِيْنَةٍ لَمْ يُجْعَلْ هٰذَا مِنْ كَمَالِ الْاِنْقِطَاعِ وَيُسَمَّى الْفَصْلَ لِذٰلِكَ قَطْعًا مِثَالُهٗ شِعْرٌ وَتَظُنُّ سَلْمٰى اَنَّنِیْ اَبْغِیْ بِهَا ❁ بَدَلًا اُرَاهَا فِی الضَّلَالِ تَهِيْمُ

(الف): اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے۔

(ب): عبارت کی تسلی بخش تشریح کیجئے۔

(ج): مذکورہ شعر کی وضاحت کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الجواب:

(الف): **ترجمہ:** اور بہر حال جملہ ثانیہ کا جملہ اولیٰ کے منقطع کے مانند ہونا سو اِس لئے ہے کہ جملہ ثانیہ کا جملہ اولیٰ پر عطف یہ وہم پیدا کرتا ہے کہ اس کا عطف اس کے غیر پر ہے جو مقصود نہیں ہے اور اس کو کمالِ انقطاع کے مشابہ قرار دیا اس اعتبار سے کہ وہ مانع عطف پر مشتمل ہے مگر چونکہ وہ مانع خارجی ہے قرینہ قائم کر کے اس کو دفع کرنا ممکن ہے اِس لئے اس کو کمالِ انقطاع کے قبیل سے قرار نہیں دیا گیا اور اسی وجہ سے فصل کا نام قطع رکھا گیا۔ اس کی مثال ۔ سلمیٰ یہ خیال کر رہی ہے کہ میں اس کے مقابلے میں دوسرے کو چاہتا ہوں، میں سمجھتا ہوں کہ وہ گمراہی میں بھٹک رہی ہے۔

(ب): مصنفؒ اب یہاں سے شبہ کمالِ انقطاع کو بیان کر رہے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ جملہ ثانیہ جملہ اولیٰ سے منقطع کے مانند اس وقت ہوتا ہے یعنی دو جملوں کے درمیان شبہ کمالِ انقطاع اس وقت ہوتا ہے جبکہ جملہ ثانیہ کا جملہ اولیٰ پر عطف کرنا اس بات پر وہم پیدا کرتا ہے کہ جملہ ثانیہ اس جملہ کے علاوہ دوسرے جملہ پر معطوف ہے، حالانکہ اس دوسرے جملہ پر عطف مقصود نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ دو جملوں کے درمیان شبہ کمالِ انقطاع کی صورت یہ ہے کہ دو جملوں کے بعد ایک ایسا جملہ ہو جس کا عطف کرنا ان دونوں جملوں میں سے ایک پر صحیح ہو اِس لئے کہ ان دونوں کے درمیان مناسبت موجود ہے لیکن عطف کرنے میں یہ وہم ہوسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ اس جملہ کا دوسرے جملہ پر عطف ہو جو مقصود نہیں پس اس وہم کو دُور کرنے کے لئے عطف نہیں کیا جائے گا بلکہ فصل اور ترکِ عطف واجب ہوگا۔

(ج): اس شعر میں دونوں جملوں یعنی تظن اور اراوہا کے درمیان مناسب ظاہر ہے اس طور پر کہ دونوں کے مسند متحد ہیں کیونکہ اراوہا کے معنیٰ اظنہا کے ہیں لہٰذا دونوں جملوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

میں مسند ظن ہوگا اور دونوں کے مسند الیہ کے درمیان تضایف ہے، تضایف یہ ہے کہ دو چیزوں میں سے ایک کا سمجھنا دوسری پر موقوف ہو اور تضایف اِس طرح ہے کہ جملہ اولیٰ تظن میں مسند الیہ محبوب ہے اور جملہ ثانیہ اروہا میں محبّ ہے اور محبوب ومحبّ میں سے ایک کا تعلق دوسرے پر موقوف ہوتا ہے۔ محبّ بغیر محبوب کے نہیں سمجھا جائے گا اور محبوب بغیر محبّ کے نہیں سمجھا جائے گا۔

"وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

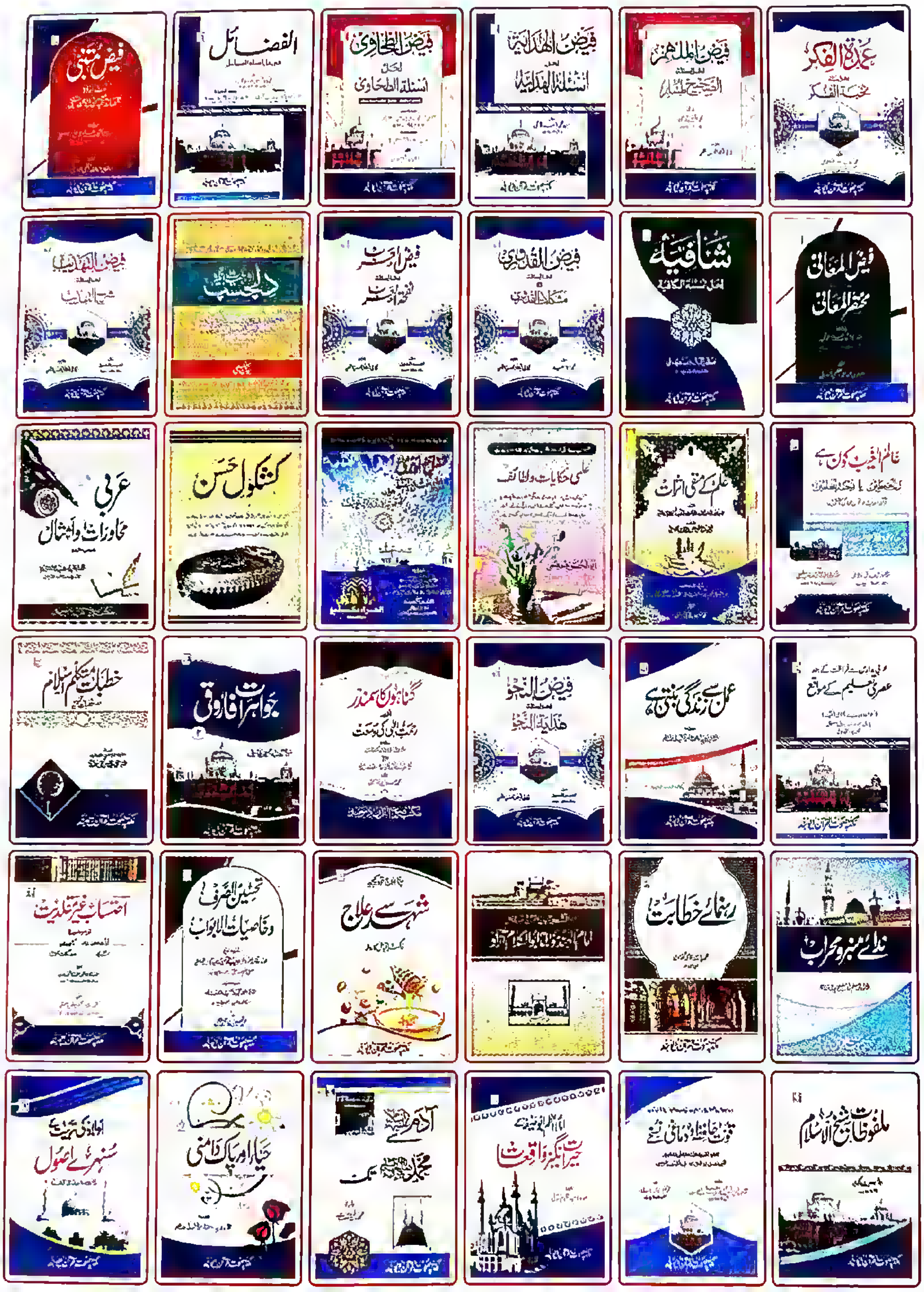

ڈاک اور ٹرانسپورٹ سے کتابیں منگوانے کے لیے رابطہ کریں

مکتبہ صوت القرآن دیوبند

Maktaba Sautul Quran Deoband

9358911053, Ph. 01336-223460

Website: NewMadarsa.blogspot.com

Telegram channel : New Madarsa